سورۃ الانسان

ایاتہا ۳۱ ۷۶ سورۃ الدھر مدنیۃ ۹۸ رکوعاتہا ۲

اس کی اکتیس آیات ہیں۔ حضرت ابن عباس، مقاتل اور قلبی کے قول کے مطابق یہ مکی ہے جب کہ جمہور علماء نے کہا: یہ مدنی ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا: اس میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ سے آخر تک مکی ہے اور اس سے پہلے کی آیات مدنی ہیں۔

ابن وہب نے ذکر کیا ہے کہ ابن زید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھتے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ یہ آیت آپ پر نازل ہوئی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک حبشی موجود تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان نہ کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ارشاد فرمایا: ''اے ابن خطاب! اسے چھوڑ دو''۔ کہا: یہ سورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جب کہ وہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اس سورت کو پڑھا اور جنت کی صفت تک پہنچے تو اس نے لمبی سانس لی تو اس کی روح نکل گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنت کے شوق نے تمہارے ساتھی یا تمہارے بھائی کی روح کو نکال دیا ہے'' (1)۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ روایت مروی ہے۔ سورت کا مقصود عام ہے۔ اس طرح مختلف اقوال ہیں کہ اس کا سبب نزول یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝

''بے شک گزرا ہے انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ بلاشبہ ہم نے انسان کو پیدا فرمایا ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ ہم اس کو آزمائیں پس (اس غرض سے) ہم نے بنا دیا ہے اس کو سننے والا، دیکھنے والا۔ ہم نے اسے دکھایا ہے (اپنا) راستہ اب چاہے شکر گزار بنے چاہے احسان فراموش''۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝، هَلْ، قد کے معنی میں ہے؛ یہ کسائی، فراء اور ابو عبیدہ کا قول ہے۔ سیبویہ سے منقول ہے کہ هَلْ، قد کے معنی میں ہے۔

1۔ الطبرانی، الاوسط، حدیث نمبر 1604۔ الکبیر 13595

فراء نے کہا: ھَلْ نافیہ ہوتا ہے اور خبریہ ہوتا ہے یہ ھَلْ خبریہ ہے کیونکہ تو کہتا ہے: ھل اعطیتک تو اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ تو نے اسے عطا کر دیا ہے، نافیہ کی مثال یہ ہے کہ تو کہتا ہے: ھل یقدر احد علی مثل ھذا اس پر کوئی قادر نہیں۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: یہ استفہام کے معنی میں ہے۔ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں؛ یہ قتادہ، ثوری، عکرمہ اور سدی کا قول ہے؛ حضرت ابن عباس سے بھی یہ مروی ہے۔

حضرت ابن عباس سے ابو صالح نے روایت نقل کی ہے: حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ کا مطلب ہے ان پر چالیس سال گزر گئے ابھی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی وہ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان پڑے رہے۔

حضرت ابن عباس سے ضحاک نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا وہ چالیس سال تک اسی طرح رہے پھر چالیس سال تک لیس دار مٹی کی صورت میں رہے پھر چالیس سال تک بجتی مٹی کی صورت میں رہے ان کی تخلیق ایک سو بیس سال کے بعد مکمل ہوئی، اس کے بعد ان میں روح پھونکی گئی۔

ایک قول یہ کیا گیا: یہاں جس حِیْنٌ کا ذکر ہے اس کی مقدار کا پتہ نہیں؛ یہ ماوردی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے (1)۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ ان کا آسمان و زمین میں کوئی ذکر نہ تھا۔ یعنی وہ محض ایک جسم تھے جن کی تصویر کشی کی گئی تھی وہ صرف مٹی تھے نہ کوئی ان کا ذکر تھا اور نہ ہی کوئی پہچان تھی، ان کے نام کا کچھ پتہ نہ تھا اور نہ ان کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ کیا ارادہ کیا گیا پھر اس میں روح پھونکی گئی؛ یہ فراء، قطرب اور ثعلب نے بات کہی۔ یحییٰ بن سلام نے کہا: وہ مخلوقات میں کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی شان کے حامل تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ ذکر اخبار کے معنی میں نہیں کیونکہ کائنات میں رب العالمین کی اخبار قدیمی چیز ہے بلکہ یہ ذکر شرف وقدر ومرتبہ کے معنی میں ہے؛ یہ قول کیا جاتا ہے: فلان مذکور یعنی اس کی قدر و منزلت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (الزخرف: 44) اور بے شک یہ بڑا شرف ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے۔ یعنی انسان پر ایسا وقت ضرور گزرا ہے کہ وہ مخلوق کے نزدیک کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آگاہ کیا کہ اس نے حضرت آدم کو خلیفہ بنایا ہے اور اسے ایسی امانت سے نوازا ہے جس کے اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ عاجز آگئے تھے تو انسان کی تمام پر فضیلت ظاہر ہو گئی تو وہ قابل ذکر چیز بن گیا۔ قشیری نے کہا: خلاصہ کلام یہ ہے وہ مخلوق کے لیے کوئی قابل ذکر چیز نہ تھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل ذکر چیز تھی۔ محمد بن جہیم نے فراء سے اس کی یہ تعبیر نقل کی ہے وہ شی تو تھا مگر اس کا کوئی ذکر نہ تھا۔ ایک قوم نے کہا: نفی شی کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی زمانے میں سے کئی مدتیں گزر گئیں۔ حضرت آدم مخلوق میں کوئی قابل ذکر چیز نہ تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی اصناف میں سے سب سے آخر میں اسے پیدا کیا تھا۔ معدوم کوئی چیز نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس پر حِیْنٌ واقع ہو۔ معنی اس کا یہ ہے اس پر کئی زمانے گزر گئے حضرت آدم علیہ السلام کوئی چیز نہ تھے، نہ مخلوق اور نہ مخلوقات کے ہاں قابل ذکر؛ یہ قتادہ اور مقاتل کے قول کا مطلب ہے۔ قتادہ نے کہا: انسان کی تخلیق نئی نئی ہوئی ہے، ہم انسان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ

1۔ النکت والعیون، ماوردی، جلد 6، صفحہ 161

کی کسی مخلوق کو نہیں جانتے۔

مقاتل نے کہا: کلام میں تقدیم و تاخیر ہے تقدیر کلام یوں ہے ھل اتی حین من الدھر لم یکن الانسان شیأ مذکورا کیونکہ انسان کو تمام حیوانات کی تخلیق کے بعد تخلیق کیا گیا اس کے بعد کوئی حیوان پیدا نہیں کیا گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی خبر ہے اور حِیۡنٌ سے مراد نو ماہ ہیں جتنا عرصہ انسان اپنی ماں کے پیٹ میں رہتا ہے کیونکہ اس عرصہ میں وہ جما ہوا خون اور گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں وہ جماد کی حالت میں ہوتا ہے اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیق بڑائیں نے جب یہ آیت پڑھی تو کہا: کاش! وہ مدت مکمل ہو جاتی تو ہمیں آزمایا نہ جاتا، اے کاش! جو مدت حضرت آدم علیہ السلام پر واقع ہوئی تھی وہ قابل ذکر چیز نہ ہوتی وہ اس پر مکمل ہو جاتی ان کی اولاد نہ ہوتی اور ان کی اولاد کو آزمایا نہ جاتا۔ حضرت عمر بن خطاب بڑائیں نے ایک آدمی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا: کاش! وہ مدت مکمل ہو جاتی۔

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ بغیر کسی اختلاف کے یہاں انسان سے مراد ابن آدم ہے، نطفہ سے مراد ایسا پانی ہے جس کو ٹپکایا جاتا ہے وہ منی ہے۔ برتن میں جو تھوڑا سا پانی ہو اسے نطفہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ بڑائیں اپنے نفس کو عتاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مالی أراكِ تكرهينَ الجنّة هل أنتِ إلّا نُطفةٌ في شَنّه

کیا وجہ ہے میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو جنت کو ناپسند کرتا ہے تو تو محض مشکیزہ کا ایک قطرہ ہے۔

نُّطۡفَةٍ کی جمع نطف اور نطاف ہے اَمۡشَاجٍ کا معنی اخلاط ہے اس کا واحد مشج اور مشیج ہے جس طرح خدن اور خدین ہے۔

کہتے ہیں: مشجت هذا بهذا یعنی میں نے اس کو اس کے ساتھ ملایا ہے اس کا اسم مفعول کا صیغہ ممشوج اور مشیج آتا ہے جس طرح مخلوط اور خلیط ہے۔ مبرد نے کہا: امشاج کا واحد مشیج ہے کہتے ہیں: مشج یمشج۔ جب وہ ایک چیز کو دوسرے کے ساتھ ملا دے یہاں اس سے مراد نطفہ کا خون کے ساتھ ملنا ہے۔ شماخ نے کہا:

طَوَتْ أحشاءَ مُرتجةٍ لِوَقْتٍ على مَشَجٍ سُلالَتُه مَهِينُ

مرتجہ (وہ مادہ جو پانی کو رحم میں داخل ہونے سے روک دے) کا بطن ایک خاص وقت تک نطفہ پر لپٹا رہا جس کی اولاد حقیر تھی۔

فراء نے کہا: اَمۡشَاجٍ سے مراد مرد اور عورت کے پانی، خون اور علقہ ہوتے ہوئے خون کا آمیزہ ہے جب کوئی چیز مل جائے تو اسی وجہ سے مشج کہتے ہیں جس طرح تیرا قول خلط ہے اور ممشوج جس طرح تیرا قول مخلوط ہے۔ حضرت ابن عباس بڑائیں سے مروی ہے کہ اَمۡشَاجٍ سے مراد سرخی مائل سفیدی اور سفیدی مائل سرخی ہے۔ یہ ایسا قول ہے جسے بہت سے اہل لغت نے پسند کیا ہے: ہذلی نے کہا:

كَأَنَّ الرِّيشَ وَالْفُوقَيْنَ مِنْهُ خِلَافَ النَّصْلِ سِيطَ بِهِ مَشِيجُ

گویا پر اور اس کے دونوں سوناروں پر پھل کے برعکس سرخی مائل سفیدی لگی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مرد کا پانی جو سفید گاڑھا ہوتا ہے عورت کے پانی جو زرد نرم ہوتا ہے ملتے ہیں تو ان دونوں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بچے کے جسم میں پٹھے، ہڈیاں اور جو طاقت ہوتی ہے وہ مرد کے پانی کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس بچے کے جسم میں خون، گوشت اور بال ہوتے ہیں وہ عورت کے پانی سے ہوتے ہیں، اس بارے میں ایک مرفوع روایت بھی ہے اسے بزار نے ذکر کیا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اس کے اَمْشَاجٍ سے مراد گوشت کے لوتھڑے کی رگیں ہیں۔ انہیں سے ایک روایت مروی ہے: مرد کا پانی، عورت کا پانی اور دونوں دو رنگ والے ہوتے ہیں۔ مجاہد نے کہا: مرد کا نطفہ سفید اور سرخ اور عورت کا نطفہ سبز اور زرد ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: وہ رنگوں سے پیدا ہوا ہے، وہ مٹی سے پیدا ہوا ہے پھر شرمگاہ اور رحم کے پانی سے پیدا ہوا ہے وہ پہلے نطفہ، جما ہوا خون، ہڈیاں اور گوشت ہوتا ہے؛ اسی کی مثل قتادہ نے کہا: یہ پیدائش کے مراحل ہیں نطفے کا مرحلہ، جمے ہوئے خون کا مرحلہ، ہڈیوں کا مرحلہ اور پھر ہڈیوں کو گوشت پہنا دیتا ہے، جس طرح سورۂ مومنون میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ (مومنون) اور بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے۔

ابن سکیت نے کہا: امشاج سے مراد اخلاط ہیں کیونکہ وہ مختلف انواع سے ملا ہوتا ہے انسان اس سے مختلف طباع والا پیدا کیا گیا۔ اہل معانی نے کہا: اَمْشَاجٍ جمع کا صیغہ نہیں یہ واحد کے معنی میں ہے کیونکہ یہ نطفہ کی صفت ہے جس طرح کہا جاتا ہے: بُرْمَةٌ أَعْشَارٌ، ثَوْبٌ أَخْلَاقٌ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: یہودیوں کا ایک عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: مجھے مرد اور عورت کے پانی کے بارے میں بتایئے؟ فرمایا: ”مرد کا پانی سفید گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد پتلا ہوتا ہے، جب عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو بچی پیدا ہوتی ہے اور جب مرد کا پانی غالب آجاتا ہے تو بچہ پیدا ہوتا ہے“۔ اس عالم نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں، یہ واقعہ سورۂ بقرہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

نَّبْتَلِيْهِ ہم اسے آزمائیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس کا معنی ہے ہم اس آزمائش کو مقدر کریں گے۔ اس سے مراد امتحان ہے جس کے ذریعے امتحان لیا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں (۱) ہم خیر اور شر کے ذریعے اسے آزمائیں گے؛ یہ کلبی نے کہا۔ (۲) ہم خوشحالی میں اس کے شکر اور تنگی میں اس کے صبر کو آزمائیں گے؛ یہ حضرت حسن بصری نے کہا۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس کا معنی ہے ہم اسے مکلف بنائیں گے۔ اس میں بھی دو صورتیں ہیں (۱) پیدائش کے بعد عمل کے ساتھ؛ یہ مقاتل کا قول ہے۔ (۲) دین کے ساتھ تاکہ اسے طاعت کا حکم دیا جائے اور معاصی سے روکا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا معنی ہے ہم اسے ایک مخلوق سے دوسری مخلوق کی طرف پھیریں گے تاکہ ہم خیر و شر کے ساتھ اسے آزمائیں۔ محمد بن جہیم

نے فراء سے حکایت بیان کی کہا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ہم نے اسے سمیع و بصیر بنایا ہے تا کہ ہم اسے آزمائیں یہ مقدم ہے اس کا معنی موخر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آزمائش خلقت کے مکمل ہونے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہم نے اس کے کان بنائے جس کے ساتھ ہدایت کو سنے اور اس کی آنکھیں بنائیں تا کہ اس کے ساتھ ہدایت کو دیکھے۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ ہم نے اس کے لیے واضح کیا اور ہم نے رسول مبعوث کر کے اس کو ہدایت و گمراہی اور خیر و شر کے راستوں کی پہچان کرائی، پس وہ ایمان لایا اور کفر کیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (البلد) اور ہم نے دونوں راستوں کی طرف اس کی راہنمائی کی۔ ضحاک، ابو صالح اور سدی نے کہا: یہاں سبیل سے مراد اس کا رحم سے نکلنا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس کے منافع اور مضرتیں ہیں جن کی طرف وہ طبعی اور کمال عقل کی بنا پر ہدایت پاتا ہے۔

اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ان دونوں میں سے جو بھی کرے ہم نے اس کے لیے واضح کر دیا ہے۔ کوفیوں نے کہا: یہاں ان شرطیہ ہے اور ما زائد ہے یعنی ہم نے اس کے لیے راستہ کو واضح کیا ہے وہ شکر کرے یا کفر کرے۔ فراء نے اسے پسند کیا ہے اور بصریوں نے اس کو جائز قرار نہیں دیا، کیونکہ ان جزا کے لیے اسماء پر داخل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ اس کے بعد فعل مضمر ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہم نے اس کی رشد کی طرف راہنمائی کی یعنی ہم نے دلائل قائم کر کے اس کے لیے توحید کے راستہ کو واضح کیا پھر اگر ہم اس کے لیے ہدایت کو تخلیق کر دیں تو وہ ہدایت پا جاتے اور ایمان لے آتے اور اگر ہم اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں تو وہ کفر اختیار کرے وہ اس طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے: قد نصحت لك إن شئت فاقبل وإن شئت فاترك میں نے تجھے نصیحت کر دی ہے چاہے تو اسے قبول کرے چاہے اسے ترک کر دے۔ یعنی اصل میں فإن شئت تھا تو تا کو حذف کیا گیا اِمَّا شَاكِرًا بھی اسی طرح ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ قول کیا جاتا ہے: هديته السبيل وللسبيل والى السبيل۔ یعنی فعل واسطہ کے بغیر، لام اور الی کے واسطہ کے ساتھ دوسرے مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ اور دوسری سورتوں میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

شاکر اور کفور کو جمع کیا ہے شکور اور کفور کو جمع نہیں کیا جب کہ دونوں مبالغہ کے معنی میں جمع ہیں مقصود شکر میں مبالغہ کی نفی اور کفر میں اس کا اثبات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا پس اس سے مبالغہ منتفی ہو گیا اور کفر سے مبالغہ منتفی نہیں۔ نعمتوں کی زیادتی کی وجہ سے شکر کم ہے اور کفر زیادہ ہے اگرچہ احسان کے مقابلہ میں کم ہے؛ یہ ماوردی نے حکایت بیان کی ہے۔

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا

"بے شک ہم نے بالکل تیار کر رکھی ہیں کفار کے لیے زنجیریں، طوق اور بھڑکتی آگ"۔

دونوں فریقوں (ناشکری کرنے والے، شکر گزار) کی حالت کو بیان کیا اللہ تعالیٰ نے عقلاء سے مطالبہ کیا کہ وہ ان اوامر کو بجا لائیں جن کا انہیں حکم دیا گیا، انہیں مکلف بنایا اور انہیں ان امور پر قادر بنایا۔ جو انکار کرے اس کے لیے عتاب ہے اور

جو اس کی وحدانیت کو تسلیم کرے اور شکر بجالائے اس کے لیے ثواب ہے۔ السلاسل سے مراد جہنم کی بیڑیاں ہیں ہر بیڑی کی لمبائی ستر ہزار گز ہے جس طرح سورۃ الحاقہ میں گزر چکا ہے۔ نافع، کسائی اور ابو بکر نے عاصم سے اور ہشام نے ابن عامر سے سلاسلا تنوین کے ساتھ نقل کیا ہے جب کہ باقی قراء نے اسے تنوین کے بغیر پڑھا ہے۔ قنبل، ابن کثیر اور حمزہ نے بغیر الف کے وقف کیا ہے جب کہ باقی قراء نے الف کے ساتھ وقف کیا ہے۔ جہاں تک پہلے قواریر کا تعلق ہے اسے نافع، ابن کثیر، کسائی اور ابو بکر نے عاصم سے تنوین کے ساتھ روایت نقل کیا ہے باقی قراء نے تنوین نہیں پڑھی۔ یعقوب اور حمزہ نے الف کے بغیر اس پر وقف کیا ہے اور باقی قراء نے الف پر وقف کیا ہے۔ جہاں تک دوسرے قواریر کا تعلق ہے اسے نافع، کسائی اور ابو بکر نے تنوین دی ہے، باقی قراء نے اسے تنوین نہیں دی۔ جس نے اسے تنوین دی ہے اسے الف کے ساتھ پڑھا ہے جس نے تنوین نہیں پڑھی اس سے الف کو ساقط کر دیا ہے۔ ابو عبید نے تینوں میں تنوین اور الف پر وقف کو اختیار کیا ہے وہ مصحف عثانی کی اتباع کرتے ہیں کہا: میں نے مصحف عثانی، سلاسلا کو الف اور پہلے قواریرا کو الف کے ساتھ دیکھا دوسرا الف کے ساتھ لکھا ہوا تھا تو اسے مٹا دیا گیا۔ میں نے اس کا واضح اثر دیکھا۔ جو اسے منصرف بنائے تو اس کے پاس چار دلیلیں ہیں (۱) جمع الجمع احاد کے مشابہ ہے تو اس کو احاد کی جمع کی طرح جمع بنایا گیا۔ اسے احاد کے حکم میں رکھا گیا تو وہ منصرف ہو گئے (۲) اخفش نے عربوں سے ان تمام اسماء کو منصرف نقل کیا ہے جو منصرف نہیں ہوتے مگر اسم تفضیل کا صیغہ جو من کے ساتھ استعمال ہوتا ہو: کسائی اور فراء نے اسی طرح کہا ہے۔ یہ ان لوگوں کی لغت کے مطابق ہے جو تمام اسماء کو جر دیتے ہیں مگر وہ افعل منك کو جر نہیں دیتے۔ ابن انباری نے اس بارے میں عمرو بن کلثوم کا شعر پڑھا:

كَأَنَّ سُيُوفَنَا فِينَا وَ فِيهِمْ مَخَارِيقٌ بِأَيْدِي لَاعِبِينَا

گویا ہماری تلواریں ہم میں اور ان میں دھجیوں سے بنے ہوئے کوڑے ہیں جو ہمارے کھیلنے والوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔

لبید نے کہا:

وَجَزُورِ أَيْسَارٍ دَعَوْتُ لِحَتْفِهَا بِمَغَالِقٍ مُتَشَابِهٍ أَجْسَامُهَا

فَضْلًا وَذِي كَرَمٍ يُعِينُ عَلَى النَّدَى سَمْحٌ كَسُوبُ رَغَائِبٍ غَنَّامُهَا

ان اشعار میں مخاریق، مغالق اور رغائب کو منصرف پڑھا گیا ہے جب کہ اصل قاعدہ یہ ہے کہ یہ منصرف نہ ہوتے۔

(۳) پہلے قواریر کو تنوین دی جائے کیونکہ یہ آیت کا سرا ہے اور آیات کے سرے تنوین کے ساتھ آتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مذکورا، سمیعا، بصیرا۔ پہلے کو تنوین اس لیے دی گئی کیونکہ وہ آیت کا سرا ہے اور دوسرے کو پہلے کے جوار کی وجہ سے تنوین دی گئی۔

(۴) مصاحف کی اتباع کرتے ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ کے مصاحف میں الف کے ساتھ ہیں۔

جوان کو تنوین نہیں دیتا اس نے اس چیز سے استدلال کیا ہے کہ ہر جمع جس کے الف کے بعد تین حرف ہوں، دو حرف ہوں یا ایک حرف مشدد ہو۔ وہ معرفہ اور نکرہ میں منصرف نہیں ہوتے جس جمع میں الف کے ساتھ تین حرف ہوتے ہیں جیسے قنادیل، دنانیر اور منادیل۔ جس کے الف کے بعد دو حرف ہوتے ہیں جیسے صوامع، مساجد جس کے الف کے بعد حرف مشدد ہوتا ہے، شواب، دواب۔

خلف نے کہا: میں نے یحییٰ بن آدم کو امام ابن ادریس سے روایت نقل کرتے ہوئے سنا کہ پہلے مصاحف میں پہلا قواریر الف کے ساتھ تھا اور دوسرا الف کے بغیر تھا۔ یہ حمزہ کے مذہب کی دلیل ہے۔ خلف نے کہا: میں نے ایک مصحف میں دیکھا جسے حضرت ابن مسعود کی قراءت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پہلا الف کے ساتھ اور دوسرا بغیر الف۔ جہاں تک اسم تفضیل جو من کے ساتھ استعمال ہو، عربوں میں سے کوئی بھی شعر یا غیر شعر میں تنوین کے ساتھ نہیں پڑھتا، کیونکہ من اضافت کے قائم مقام ہوتا ہے تو تنوین اور اضافت کو ایک حرف میں جمع نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ دونوں اسم کی دلیلیں ہیں دونوں کو جمع نہیں کیا جائے گا: یہ فراء اور دوسرے علماء نے کہا۔

اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا۝ اغلال یہ غل کی جمع ہے جس کے ساتھ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردن کے ساتھ جکڑ دیا جائے گا۔ جبیر بن نفیر نے حضرت ابو درداء سے روایت نقل کی ہے وہ کہا کرتے تھے: ان ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھاؤ قبل اس کے کہ انہیں گردنوں کے ساتھ جکڑ دیا جائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جہنمیوں کی گردنوں میں طوق اس لیے نہیں ڈالے جائیں گے کہ انہوں نے اپنے رب کو عاجز کر دیا ہے بلکہ انہیں ذلیل و رسوا کرنے کے لیے طوق ڈالے جائیں گے (1)۔

سَعِیْرًا کے بارے میں گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا۝ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۝

"بے شک نیک لوگ پئیں گے شراب کے ایسے جام جن میں آب کافور کی آمیزش ہوگی۔ (کافور) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے (وہ) خاص بندے پئیں گے اور جہاں چاہیں گے اسے بہا کر لے جائیں گے"۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ، ابرار سے مراد اہل صدق ہیں جس کا واحد بر ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرے۔ ایک قول یہ کیا گیا: بر سے مراد موحد ہے۔ ابرار، بار کی جمع ہے جس طرح شاہد کی جمع اشہاد آتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ بر کی جمع ہے جس طرح نہر کی جمع انہار آتی ہے۔ صحاح میں ہے برّ کی جمع ابرار ہے اور بار کی جمع بررہ ہے جملہ بولا جاتا ہے: فلان یبر خالقہ ویتبرر ہ یعنی وہ اپنے خالق کی اطاعت کرتا ہے۔

الام برۃ بولدھا ماں اپنے بچے کے ساتھ نیکی کرتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی

1۔ ابن ابی شیبہ، جلد 13، صفحہ 170۔ درمنثور، جلد 4، صفحہ 44

ہے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ابرار رکھا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے والدین اور بیٹوں کے ساتھ حسن سلوک کیا، جس طرح تیرے والد کا تجھ پر حق ہے اس طرح تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے''(1) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بروہ ہے جو اولاد کو تکلیف نہ دے۔ قتادہ نے کہا: ابرار وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہیں اور نذر پوری کرتے ہیں حدیث طیبہ میں ہے ''ابرار وہ ہیں جو کسی کو اذیت نہیں دیتے''۔

یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ، كَاْسٍ ایسے برتن کو کہتے ہیں جس میں مشروب ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد شراب ہے۔ لغت میں کَاْس ایسے برتن کو کہتے ہیں جس میں شراب ہو جب اس میں شراب نہ ہو تو اسے کَاْس نہیں کہتے۔ عمرو بن کلثوم نے کہا:

صَبَنْتِ الكَاْسَ عَنَّا أُمَّ عَمْرٍو وكان الْكَأْسُ مَجْرَاها الْيَمِيْنَا

اے ام عمرو! تو نے ہم سے پیالے کو روک لیا جبکہ پیالے کو دائیں جانب سے چلانا چاہیے۔

اصمعی نے کہا: یہ جملہ بولا جاتا ہے صَبَنْتَ عَنَّا الهدية أوما كان من معروف تو نے ہم سے ہدیہ یا احسان کو روک لیا۔ صبنت تَصْبِنُ صَبْنًا معنی ہے تو نے روک لیا؛ یہ جوہری کا قول ہے۔

كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ مزاج کا معنی ہے اس کی آمیزش۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

كَاَنَّ سَبِيئَةً مِنْ بَيْتِ رَأْسٍ يكونُ مِزَاجُهَا عَسَلٌ وماءُ

گویا بیت رأس (اردن کا ایک مقام) کے شراب میں شہد اور پانی کی آمیزش تھی۔

اس سے بدن کا مزاج ہے اس سے مراد یہ ہے صفراء، سوداء، حرارت اور برودت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جنت میں ایک چشمہ کا نام ہے جسے کافور کا چشمہ کہتے ہیں یعنی اس میں اس چشمہ کے پانی کی آمیزش ہوگی جسے کافور کہتے ہیں۔ سعید نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے: ان کے لیے شراب میں کافور کی آمیزش کی جائے گی اور اس پر مشک کی مہر ہوگی؛ یہ مجاہد کا قول ہے۔ عکرمہ نے کہا: مزاج سے مراد اس کا ذائقہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کافور اس کی خوشبو کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ ذائقہ کے اعتبار سے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ارادہ کیا ہے وہ سفیدی، عمدہ خوشبو اور ٹھنڈک میں کافور کی طرح ہوگا کیونکہ کافور کو پیا نہیں جاتا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا (الکہف: 96) آیت میں نَارًا سے مراد آگ کی طرح ہے۔ ابن کیسان نے کہا: اسے کستوری، کافور اور زنجبیل کے ساتھ عمدہ بنا دیا گیا ہے۔ مقاتل نے کہا: یہ دنیا کا کافور نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں موجود چیز کو تمہارے ہاں موجود چیز کے ساتھ نام دیا ہے تاکہ تمہارے دل اس تک پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: كَانَ مِزَاجُهَا میں كَانَ زائدہ ہے یعنی ایسا جام جس میں کافور کی آمیزش ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ فراء نے کہا: کافور جنت میں پانی کے ایک چشمہ کا نام ہے عَيْنًا کافور سے بدل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ كَاْسٍ کے محل سے بدل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مِزَاجُهَا کی ضمیر سے بدل ہے۔ ایک قول یہ کیا

1۔ الکامل ابن عدی، جلد 4، صفحہ 1630

گیا ہے: یہ بطور مدح منصوب ہے جس طرح ایک آدمی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو کہتا ہے: العاقل اللبیب یعنی تم نے عقل مند دانا آدمی کا ذکر کیا یہ اعنی فعل کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: معنی ہے وہ چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔
کافور کو قافور بھی کہتے ہیں کافور سے مراد کھجور کے گابھے کا پردہ ہے اسی طرح کفری ہے یہ اصمعی نے کہا:
وہ ہرن جس سے کستوری حاصل کی جاتی ہے وہ پاکیزہ خوشے کھاتا ہے تو یہ چیز اسے کافور بنا دیتی ہے۔ فراء نے کہا:
یشرب بھا او یشرف بھا دونوں معنی میں ایک جیسے ہیں گویا یَشْرَبُ بِهَا کا معنی ہے وہ اس سے سیراب ہوتا ہے اور یہ شعر پڑھا:

شَرِبْنَ بِماءِ الْبَحْرِ ثم تَرَفَّعَتْ　مَتَى لُجَجٍ خُضْرٍ لَهُنَّ نَئِيجُ

وہ سمندر کے پانی سے سیراب ہو گئے پھر وہ سبز لہروں میں اوپر اٹھے جو لہریں تیز اور آواز والی تھیں۔
کہا: اس کی مثل ہے فلان یتکلم بکلام حسن اور یتکلم کلاما حسنا۔ فلاں اچھی گفتگو کرتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یَشْرَبُ بِهَا میں باء زائدہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: باء، من کا بدل ہے تقدیر کلام یوں ہوگی یشرب منھا، یہ قتبی نے کہا۔
یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۝ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: ایک آدمی اپنے گھروں میں گھومے پھرے گا اپنے محلات کی طرف اوپر جائے گا اس کے ہاتھ میں ایک ٹہنی ہوگی جس کے ساتھ وہ پانی کی طرف اشارہ کرے گا تو وہ پانی اس کے ساتھ ساتھ چلے گا جہاں جہاں وہ اپنے گھروں میں گھومے گا، وہ سطح زمین پر ہوگا کوئی نالہ، کھالہ نہ ہوگا۔ وہ محلات میں جہاں جہاں جائے گا پانی اس کے پیچھے پیچھے چلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۝ کا یہی مقصود ہے وہ نہریں نکالیں گے جس طرح ایک آدمی نہر کو یہاں وہاں نکالتا ہے۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ اس کا معنی ہے وہ اسے لے جائیں گے جہاں چاہیں گے۔ وہ ان کی پیروی کرے گا جہاں سے وہ مڑیں گے وہ نہر بھی مڑ جائے گی۔
ابو مقاتل، ابو صالح سے وہ سعد سے وہ ابو سہیل سے وہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں چار چشمے ہیں، دو چشمے عرش کے نیچے سے نکلتے ہیں ان دو میں سے ایک تو وہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور دوسرا زنجبیل ہے وہ عرش کے اوپر سے ابلتے ہیں ان میں سے ایک تو وہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سلسبیل کے نام سے کیا ہے اور دوسرا تسنیم ہے''(1) حکیم ترمذی نے ''نوادر الاصول'' میں اس کا ذکر کیا ہے کہا: تسنیم مقربین کے لیے خاص ہے وہ اسے خالص پئیں گے، کافور، ابرار کے لیے ہے ابرار کو تسنیم سے آمیزہ ملے گا۔ زنجبیل اور سلسبیل یہ ابرار کے لیے ہے اس کی ان کے مشروب میں آمیزش ہوگی۔ اس کا قرآن حکیم میں ذکر ہے اسے کون پئے گا اس کے ذکر سے خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ ابرار کے لیے جو آمیزہ کی صورت میں ہوگا تو وہ مقربین کے لیے خالص ہوگا۔ جو ابرار کے لیے خالص ہے وہ باقی جنتیوں کے لیے آمیزہ کی صورت میں ہوگا۔ ابرار سے مراد الصادقون ہیں اور مقربون سے مراد صدیقین ہیں۔

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا۝ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ

1۔ الدر المنثور، جز 6، صفحہ 301

جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا ۝

''جو پوری کرتے ہیں اپنی منتیں اور ڈرتے ہیں اس دن سے جس کا شر ہر سو پھیلا ہوگا۔ اور جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تمہیں کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لیے نہ ہم تم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں اور نہ شکریے کے''۔

یُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ یعنی جب وہ نذر مانتے ہیں تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ معمر نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض کی گئی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ اور دوسرے فرائض ہیں (1)۔ مجاہد اور عکرمہ نے کہا: جب وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں نذر مانیں تو وہ اسے پورا کرتے ہیں۔ فراء اور جرجانی نے کہا: کلام میں اضمار ہے یعنی وہ دنیا میں نذر پوری کیا کرتے تھے۔ عرب اس مفہوم کو بیان کرنے کے لیے کبھی کان کا ذکر کرتے اور کبھی حذف کر دیتے۔

نذر۔ اس کی حقیقت یہ ہے مکلف نے اپنے نفس پر کسی چیز کو اس لیے واجب کیا کہ وہ اسے بجالائے گا اگر تو چاہے تو اس کی تعریف میں یہ بھی کہہ سکتا ہے: نذر سے مراد مکلف کا طاعات میں سے کسی چیز کو اپنے اوپر واجب کرنا۔ اگر وہ اسے اپنے اوپر واجب نہ کرتا تو وہ چیز اس پر واجب نہ ہوتی۔ کلبی نے کہا: اس کا معنی ہے وہ اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں: دونوں کا معنی ایک ہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ لۡیَقۡضُوۡا تَفَثَہُمۡ وَلۡیُوۡفُوۡا نُذُوۡرَہُمۡ (الحج: 29)

پھر وہ اپنی میل کو دور کریں اور حج کے وہ اعمال جن کو انہوں نے حج کے احرام کی وجہ سے اپنے اوپر لازم کیا ہے ان کو پورا کریں۔ یہ قتادہ کے قول کو تقویت بہم پہنچاتا ہے کہ نذر میں وہ تمام چیزیں شامل ہوتی ہیں جن کو انسان اپنے ایمان کی وجہ سے لازم کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت؛ یہ قشیری کا قول ہے۔ اشہب نے امام مالک سے روایت نقل کی ہے کہ نذر پوری کرنے سے مراد یہ ہے وہ غلام آزاد کرنے، روزے رکھنے اور نماز پڑھنے کی نذر کو پورا کرتے ہیں۔ ابوبکر بن عبدالعزیز نے ان سے روایت نقل کی ہے کہ امام مالک نے کہا: نذر سے مراد قسم ہے۔

وَیَخَافُوۡنَ یَوۡمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسۡتَطِیۡرًا ۝ وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر غالب، چھا جانے والا اور عام ہے۔ لغت میں مُسۡتَطِیۡرًا کا معنی پھیلا ہوا ہے۔ عرب کہتے ہیں: استطار الصدع فی القارورۃ والزجاجۃ واستطال بوتل اور شیشے میں ٹوٹنے کی لکیر لمبی ہوگئی؛ اعشی نے کہا:

وَبَانَتۡ وقد أَسَارَتۡ فی الفُؤا دِ صَدۡعًا علی نَأۡیِهَا مُسۡتَطِیرًا

وہ جدا ہوئی اس نے اپنی دوری کی وجہ سے دل میں لمبا شق چھوڑا۔

یہ جملہ بولا جاتا ہے: استطار الحریق آگ پھیل گئی۔ استطار الفجر روشنی پھیل گئی؛ حضرت حسان نے کہا:

وهَانَ علی سَرَاۃِ بنی لُؤَیٍّ حَرِیقٌ بالبُوَیۡرَۃِ مُسۡتَطِیرُ

بویرہ کے مقام پر بنولوی کے سرداروں پر پھیل جانے والی آگ آسان ہوگئی۔

1۔ تفسیر طبری، جلد 23، صفحہ 541-542

قتادہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! اس دن کا شر پھیل جائے گا یہاں تک کہ وہ آسمانوں اور زمین کو بھر دے گا (1)۔ مقاتل نے کہا: اس کا شر آسمانوں میں پھیل گیا تو وہ پھٹ گئے، ستارے ٹوٹ گئے، فرشتے خوفزدہ ہو گئے، زمین میں پہاڑ اڑ گئے اور پانی انتہائی گہرائی میں چلے گئے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا: وہ کھانا تھوڑا ہونے، اس کی محبت ہونے اور اس کی چاہت ہونے کے باوجود دوسروں کو کھلاتے ہیں۔ دارانی نے کہا: حُبِّهِ کی ضمیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ فضیل بن عیاض نے کہا: کھانا کھلانے کی محبت رکھتے ہوئے کھانا کھلاتے ہیں۔ ربیع بن خثیم کے پاس جب کوئی سائل آتا تو آپ فرماتے: اسے شکر کھلاؤ کیونکہ ربیع شکر پسند کرتے تھے۔

مسکین سے مراد مسکنہ والا ہے۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے: دروازوں پر گردش کرنے والا وہ تجھ سے تیرے مال کا سوال کرتا ہے۔

یتیم سے مراد مسلمانوں کا یتیم ہے۔ منصور نے حضرت حسن بصری سے روایت نقل کی ہے کہ ایک یتیم حضرت ابن عمر بن خطاب کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتا تھا ایک روز آپ نے اپنا کھانا منگوایا یتیم کو طلب کیا تو اسے نہ پایا حضرت ابن عمر جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس وقت وہ یتیم آیا تو کھانا نہ پایا۔ حضرت ابن عمر نے اس کے لیے ستو اور شہد منگوایا فرمایا: اسے لو اللہ کی قسم! تیرے ساتھ کوئی غبن نہیں کیا گیا۔

اسیر سے مراد وہ شخص ہے جسے قید کر دیا جائے۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے: اسیر سے مراد مشرک ہے جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہے؛ یہ قتادہ کا بھی قول ہے۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے: اسیر سے مراد وہ شخص ہے جسے قید کیا گیا ہو۔ سعید بن جبیر اور عطا نے یہی کہا ہے: اس سے مراد وہ مسلمان شخص ہے جسے کسی حق کے بدلہ میں قید کیا گیا ہو۔ سعید بن جبیر نے قتادہ اور حضرت ابن عباس جیسا قول کیا ہے۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے بارے میں حکم دیا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے ان کے قیدی ان دنوں میں مشرک ہوا کرتے تھے، تیرا مسلمان بھائی اس چیز کا زیادہ حق دار ہے کہ تو اسے کھلائے۔ عکرمہ نے کہا: اسیر سے مراد غلام ہے۔ ابو حمزہ ثمالی نے کہا: اسیر سے مراد عورت ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: استوصوا بالنساء خیرًا فانهن عوان عندکم (2) عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ وہ تمہاری قید میں ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: "مسکین سے مراد فقیر ہے، یتیم سے مراد جس کا باپ نہ ہو اور اسیر سے مراد قیدی ہے" یہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: مسکین کو کھانا کھلانے والی آیت کو صدقات والی آیت نے منسوخ کر دیا، قیدی کو کھانا کھلانے والی آیت کو تلوار والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے؛ یہ سعید بن جبیر کا قول ہے۔ دوسرے علماء نے کہا: اس کا حکم ثابت ہے یتیم و مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم نفل کے طور پر ہے، قیدی کو کھانا کھلانے کا حکم اس کی جان کی حفاظت کی خاطر ہے مگر امام اس کے

1۔ تفسیر طبری 2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، ... صفحہ 1640، ...

بارے میں جو پسند کرے۔ ماوردی نے کہا: یہ احتمال موجود ہے کہ اسیر سے مراد ناقص العقل ہو کیونکہ وہ اپنے جنون کی قید میں ہے مشرک کی قید انتقام ہے جو امام کی رائے پر موقوف ہے یہی نیکی اور احسان ہے۔ عطا سے مروی ہے: اسیر اہل قبلہ اور دوسرے لوگوں میں سے بھی ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا: گویا یہ قول عام ہے جو تمام اقوال کو جامع ہے اور مشکوک قیدی کو کھانا کھلانا اللہ تعالیٰ کے ہاں عبادت ہے مگر یہ نفلی صدقہ ہوگا جہاں تک فرضی صدقات ہیں تو وہ ان پر صرف کرنا جائز نہیں۔ مسکین، یتیم، اسیر اور لغت میں ان کے اشتقاق کے بارے میں گفتگو سورۃ البقرہ میں گزر چکی ہے۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ وہ مسکین، یتیم اور اسیر کو اپنی زبانوں سے یہ کہتے ہیں: ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے کسی بدلہ کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم اس بارے میں ہماری تعریف کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دنیا میں جب وہ کھانا کھلاتے تھے تو ان کی یہی نیتیں ہوا کرتی تھیں۔ سالم نے مجاہد سے یہ روایت نقل کی ہے: انہوں نے اپنی زبانوں سے یہ بات نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کے بارے میں یہ علم تھا اس لیے ان کی ان الفاظ سے تعریف کی تاکہ رغبت کرنے والا اس بارے میں ان سے رغبت کرے۔ سعید بن جبیر نے یہ بات کہی: قشیری نے ان سے یہ نقل کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت مطعم بن ورقاء کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے نذر مانی تھی اور اسے پورا کیا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت ان مہاجرین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے بدر کے قیدیوں کی کفالت اٹھائی تھی وہ سات افراد تھے، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد اور حضرت ابو عبیدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، یہ ماوردی نے ذکر کیا ہے۔ مقاتل نے کہا: یہ ایک انصاری کے حق میں نازل ہوئی جس نے ایک دن میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلایا تھا (1)۔

ابوحمزہ ثمالی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کھانا کھلایئے بے شک میں سخت مشقت میں ہوں۔ فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں جو میں تجھے کھلاؤں لیکن تو کسی کو تلاش کر''۔ ایک انصاری کے پاس آیا جو اپنی بیوی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا اس آدمی نے اس انصاری سے سوال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کیا بیوی نے کہا: اسے کھلاؤ، اسے پلاؤ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یتیم آیا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے کچھ کھلایئے۔ فرمایا: ''میرے پاس تو ایسی کوئی چیز نہیں جو تجھے کھلاؤں لیکن تم تلاش و جستجو کرو'' اس یتیم نے اس انصاری سے کھانا طلب کیا اس کی عورت نے کہا: اسے کھلاؤ پلاؤ، تو اس انصاری نے اسے کھلایا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قیدی آیا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ کھلایئے کیونکہ میں سخت مشقت میں مبتلا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ بھی نہیں جو میں تجھے کھلاؤں

1۔ تفسیر بغوی، جلد 4، صفحہ 428

بلکہ تم طلب کرو" وہ اسی انصاری کے پاس گیا اس نے اس سے مطالبہ کیا اس کی بیوی نے کہا: اسے کھلاؤ اور اسے پلاؤ تو یہ آیت نازل ہوئی؛ یہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے۔ علماء تفسیر نے کہا: یہ آیت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی لونڈی فضہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

میں کہتا ہوں: یہ تمام نیک لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اور جس نے بھی کوئی اچھا عمل کیا یہ آیت عام ہے۔ نقاش، ثعلبی، قشیری اور دوسرے کئی مفسرین نے حضرت علی شیر خدا، حضرت فاطمہ الزہرا اور ان کی لونڈی کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے جو صحیح اور ثابت نہیں اسے لیث نے مجاہد سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں مریض ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی عیادت کی اور عام لوگوں نے بھی ان کی عیادت کی انہوں نے کہا: اسے ابوالحسن جابر جعفی نے قنبر سے جو حضرت علی شیر خدا کے غلام تھے سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ان کی عیادت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اباالحسن! پھر حدیث، لیث بن سلیم کی حدیث کی طرف لوٹ جاتی ہے کاش! آپ اپنے بیٹوں کی جانب سے کوئی نذر مانتے ہر نذر جس کو پورا نہ کیا جائے تو وہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میرے دونوں بچے صحت مند ہو جائیں تو میں شکرانہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے تین روزے رکھوں گا۔ ان کی لونڈی نے کہا: اگر میرے دونوں سردار صحت مند ہو گئے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے تین روزے رکھوں گی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح کہا۔ جعفی کی حدیث میں ہے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین نے کہا: ہم پر بھی اسی کی مثل ہے۔ دونوں بچے صحت مند ہو گئے جبکہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل کے ہاں کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت علی شیر خدا شمعون بن حاریا خیبری کے پاس گئے وہ یہودی تھا اس سے تین صاع جو ادھار لیے اور انہیں لے آئے اسے گھر کے ایک کونے میں رکھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع جو لیے اسے پیسا اور اس کی روٹیاں پکائیں۔ حضرت علی شیر خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر گھر آئے اور کھانا اپنے سامنے رکھا۔ جعفی کی حدیث میں ہے لونڈی نے ایک صاع جو لیے اس سے پانچ روٹیاں پکائیں ہر ایک کے لیے ایک روٹی تھی جب پہلا روزہ مکمل ہوا تو انہوں نے اپنے سامنے روٹی اور نمک رکھا کہ ان کے پاس ایک مسلمان مسکین آیا کہا: اللہ کی قسم! میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دستر خوان سے کھلائے حضرت علی شیر خدا نے اسے سنا تو یہ شعر پڑھنے لگے:

فاطمَ ذاتَ الفضلِ والیقینْ یا بنتَ خیرِ النّاسِ أجمعینْ

اے فاطمہ! اے فضل و یقین والی! اے تمام لوگوں سے بہتر کی بیٹی!۔

أما تَرَیْنَ البائسَ المسکینْ قد قام بالباب له حنینْ

کیا تو محتاج کو نہیں دیکھتی دروازے پر ایک ایسا آدمی کھڑا ہے جس کی دکھ بھری آواز آ رہی ہے۔

یشکو إلی اللہ ویستکینْ یشکو إلینا جائعٌ حزینْ

وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی شکایت کرتا ہے اور ہمارے سامنے ایک بھوکا غمگین شکایت کرتا ہے۔

کل امری بکسبه رهینٌ وفاعل الخیرات یستبینٌ

ہر آدمی اپنے عمل کے بدلے میں رہن رکھا گیا ہے اور بھلائیاں کرنے والا واضح ہوتا ہے۔

موعِدُنا جنّة عِلّیینٌ حرّمها الله علی الضّنینٌ

ہمارے ساتھ اعلیٰ علیین کا وعدہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے بخیل پر اسے حرام کر دیا ہے۔

وللبخیل موقفٌ مهینٌ تهوی بهِ النّار الی سجّینٌ

بخیل کے لیے رسوا کرنے والا ٹھکانہ ہے جہنم اسے سجین تک لے جائے گی۔

شرابه الحمیم والغِسلینٌ من یفعلِ الخیرَ یقم سمینٌ

اس کا مشروب کھولتا ہوا پانی اور جہنمیوں کا غسالہ ہوگا جو بھلائی کرتا ہے وہ موٹا ہوگا۔

ویَدخُل الجنّة أیّ حِینٌ

وہ جنت میں جس وقت چاہے گا داخل ہو جائے گا۔

حضرت فاطمہ بنت نبی کہنے لگیں:

أمرُکَ عندی یا بن عمّ طاعةٌ مابِی من لُؤم ولا وَضَاعةٌ

اے چچا زاد! تیرا حکم میرے نزدیک قابل اطاعت ہے میرے نزدیک ملامت کا باعث اور بے وقعت نہیں۔

غَذَیتُ فی الخبز له صناعةٌ أطعمه ولا أبالی السّاعةٌ

میں نے روٹی تیار کرنے میں دن صرف کر دیا ہے اسے کھلاؤ اس وقت مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

أرجو إذا أشبعتُ ذا المَجاعةٌ أنْ ألحقَ الأخیارَ والجَماعةٌ

جب میں بھوکے کو سیر کروں گی تو میں نیک لوگوں اور جماعت کے ساتھ جا ملوں گی۔

وادخلَ الجنّة لی شَفَاعةٌ

میں جنت میں داخل ہو جاؤں گی میرے لیے شفاعت ہے۔

گھر والوں نے اسے کھانا کھلا دیا وہ اس دن اور رات بھوکے رہے اس روز انہوں نے خالص پانی کے سوا کچھ نہ چکھا جب دوسرا دن ہوا انہوں نے دوسرا صاع جو کا لیا اسے پیسا اور اس سے روٹی پکائی حضرت علی شیر خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ گھر آئے اور کھانا اپنے سامنے رکھا تو دروازے پر ایک یتیم آ کھڑا ہوا اس نے کہا: السلام علیکم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں مہاجرین کی اولاد میں سے ایک یتیم ہوں میرا والد یوم عقبہ کو شہید ہو گیا مجھے کھانا کھلاؤ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے۔ حضرت علی شیر خدا نے اس کی آواز سنی اور یہ شعر پڑھنا شروع کر دیے:

فاطم بنتَ السّیدِ الکریمِ بنتَ نبیّ لیس بالزّنیمِ

اے سید کریم کی بیٹی! اے نبی کی بیٹی! جو بے شان نہ تھے۔

لقد أتى الله بذي اليتيم من يرحم اليوم يكن رحيمه

اللہ تعالیٰ ایک یتیم کو لایا، جو آج اس پر رحم کرے گا اس پر رحم کیا جائے گا۔

ويدخل الجنة أي سليم وقد حرم الخلد على اللئيم

جنت میں کوئی بھی سلیم الفطرت داخل ہو جائے گا اور جنت کمینے آدمی پر حرام کر دی گئی ہے۔

ألا يجوز الصراط المستقيم يزل في النار إلى الجحيم

وہ پل صراط پر سے نہیں گزر سکے گا اور وہ جحیم تک آگ میں پھسلتا ہی جائے گا۔

شرابه الصديدُ والحميم

اس کا مشروب پیپ اور کھولتا ہوا پانی ہو گا۔

حضرت فاطمہ بنت محمد نے یہ کہنا شروع کر دیا۔

أطعمه اليوم ولا أبالي وأوثر الله على عيالي

آج اسے کھلاؤ اور مجھے کوئی پروا نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے ہماری اولاد پر ترجیح دی ہے۔

أمسَوا جياعًا وهم أشْبالي أصغرهم يُقْتَلُ في القِتالِ

انہوں نے بھوکے شام کی جب کہ وہ میرے شیر ہیں، ان میں سب سے چھوٹا جنگ میں قتل کیا جاتا ہے۔

بِكَرْبَلا يُقْتَلُ باغتيالِ ياويلُ لِلقاتِلِ مَعْ وَبالِ

کربلا میں اسے دھوکہ سے قتل کیا جائے گا ہائے قاتل کے لیے عذاب کے ساتھ ہلاکت ہے۔

تَهوي به النار إلى سِفالِ وفي يديه الغُلُّ والأغلال

آگ انہیں نیچے تک لے جائے گی اور اس کے ہاتھوں میں طوق اور بیڑیاں ہوں گی۔

كبولة زادت على الأكبال

انہوں نے اسے کھانا کھلایا وہ دو دن اور دو راتیں ٹھہرے رہے انہوں نے خالص پانی کے سوا کوئی چیز نہ چکھی۔ جب تیسرا دن تھا انہوں نے باقی ماندہ صاع لیا اسے پیسا اور اس کی روٹیاں پکائیں۔ حضرت علی شیر خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ گھر آئے کھانا ان کے سامنے رکھا گیا کہ ایک قیدی ان کے پاس آ گیا وہ دروازے پر کھڑا ہو گیا اس نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والو! تم ہمیں قیدی بناتے ہو، ہمیں باندھتے ہو اور ہمیں کھانا نہیں کھلاتے۔ مجھے کھانا کھلاؤ کیونکہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدی ہوں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سنی تو آپ یہ اشعار پڑھنے لگے:

فاطم يا بنتَ النبيِّ أحمدْ بنت نبيٍّ سيِّدٍ مُسَوَّدْ

اے فاطمہ! اے نبی احمد کی بیٹی! اے سردار نبی کی بیٹی!

وسماہ اللہ فھو محمد قد زانہ اللہ بحسنٍ أغیدٗ

اللہ تعالیٰ نے ان کا نام رکھا پس وہ محمد ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت ہی حسین بنایا ہے۔

ھذا أسیرٌ للنبیِّ المھتدٖ مُثقَّلٌ فی غُلِّہ مُقیَّدٗ

یہ ہدایت یافتہ نبی کا قیدی ہے یہ اپنے طوق کے نیچے دبا جارہا ہے یہ بیڑیوں میں قید ہے۔

یَشکو إلینا الجوعَ قد تمددَ من یُطعِم الیومَ یجِدہ فی غدٗ

وہ ہمارے سامنے طویل بھوک کی شکایت کرتا ہے جو آدمی آج کھلاتا ہے کل اسے پالے گا۔

عند العلیِّ الواحدِ الموحَّدٗ ما یزرع الزارِعُ سوف یَحصُدٗ

اللہ تعالیٰ جو بلند شان والا یکتا ہے، جو اس کے ہاں نیکی کرے عنقریب اسے کاٹے گا۔

أعطیہ لا لا تجعلیہِ أقعد

اسے عطا کیجئے اسے رسوا نہ کیجئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھنے شروع کر دیئے:

لم یَبْقَ مما جاء غیرُ صاعْ قد ذھبت کَفّی مع الذِّراعْ

جو وہ کھانا لائے اس میں سے صاع کے سوا کچھ باقی نہیں بچا میری تو ہتھیلی بازو کے ساتھ جاتی رہی۔

ابنایَ واللہ ھم جیاعْ یا ربِّ لا تترکھما ضیاعْ

اللہ کی قسم! میرے دونوں بیٹے بھوکے ہیں اے میرے رب! ان دونوں کو ضائع نہ ہونے دے۔

أبوھما للخیر ذو اصطناعْ یَصطنِع المعروفَ بابتداعْ

ان دونوں کا والد نیکی کرنے والا ہے وہ شروع سے نیکی کرنے والا ہے۔

عَبْلُ الذِّراعین شدید الباعْ وما علی رأسِیَ من قِناعْ

وہ بٹے ہوئے بازوں والا اور ضرورت مند ہے اور میرے سر پر اوڑھنی بھی نہیں۔

إلّا قناعًا نَسجُہ أنْساعْ

مگر ایسی اوڑھنی جو تسمہ کی طرح بن گئی ہو۔

انہوں نے اسے کھانا دیا اور تین دن اور تین راتیں خالص پانی کے سوا انہوں نے کسی چیز کو نہ چکھا جب چوتھا دن تھا جب کہ نذر پوری ہو چکی تھی تو حضرت علی شیر خدا نے اپنے دائیں ہاتھ میں حضرت حسن اور بائیں ہاتھ میں حضرت حسین کو پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بھوک کی شدت سے چوزوں کی طرح کانپ رہے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا فرمایا: ''اے ابا الحسن میں تم میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں مجھے کس قدر تکلیف دے رہا ہے۔ ہمیں ہماری بیٹی کے پاس لے چلو'' وہ سب ان کی طرف گئے جبکہ وہ اپنی عبادت کی جگہ میں تھیں ان کا پیٹ ان کی پشت کے ساتھ لگا ہوا تھا جب رسول اللہ

ﷺ نے انہیں دیکھا اور ان کے چہرہ میں بھوک کے آثار کو دیکھا تو آپ رو دیئے: "فرمایا اے اللہ! محمد (ﷺ) کے گھر والے بھوک کی وجہ سے مرے جا رہے ہیں" حضرت جبریل امین نازل ہوئے اور سورۂ دہر کی آیات تلاوت کیں۔

حکیم ترمذی، ابو عبد اللہ نے "نوادر الاصول" میں کہا (1): یہ حدیث من گھڑت ہے اس حدیث کو گھڑنے والے نے بڑی ذہانت سے کام لیا یہاں تک کہ سننے والوں پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اس روایت سے جاہل افسوس کرتے ہوئے ہونٹ کاٹتا ہے کہ وہ اس صفت پر کیوں نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ اس طرح کا عمل کرنے والا قابل مذمت ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ:219)

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں وہ کیا خرچ کریں فرمایئے: ضرورت سے زائد۔ فضل سے مراد وہ مال ہے جو تیری اور تیرے خاندان کی ضروریات سے زائد ہو۔ رسول اللہ ﷺ سے متواتر ایسی روایات آئی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنے پیچھے غنا چھوڑ جائے، اپنی ذات پر خرچ کرنا شروع کرو پھر ان پر خرچ کرو جو تیری زیر کفالت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خاوندوں پر اپنے گھر والوں اور اپنی اولاد کا نفقہ فرض کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک انسان کے لیے اتنا گناہ ہی کافی ہے کہ وہ قوت لا یموت کو ضائع کر دے (2) کیا کوئی عقلمند یہ گمان کر سکتا ہے کہ حضرت علی شیر خدا اس امر سے ناواقف تھے یہاں تک کہ انہوں نے پانچ یا چھ سال کے بچوں کو تین دن اور تین راتیں بھوکا رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے پیچ و تاب کھانے لگے، پیٹ خالی ہونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں اندر کو دھنس گئیں یہاں تک کہ ان کی تکلیف نے رسول اللہ ﷺ کو رلا دیا چلو انہوں نے سائل کو اپنی ذات پر ترجیح دی کیا یہ جائز تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو اس چیز پر برانگیختہ کرتے۔ چلو یہ بھی مان لیا کہ انہوں نے حضرت علی شیر خدا کی وجہ سے اس سخاوت کا اظہار کیا تو کیا یہ جائز تھا کہ وہ اپنے بچوں کو تین دن اور راتیں بھوک پر مجبور کرتے؟ اس قسم کی روایات جہال کے ہاں مشہور ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بیدار دلوں کے بارے میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ وہ حضرت علی شیر خدا کے بارے میں اس چیز کا گمان کریں۔ کاش! میں یہ سمجھ سکتا کہ وہ کون تھا جس نے حضرت علی شیر خدا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان اشعار کو یاد رکھا اور دونوں نے جو ایک دوسرے کو جواب دیا اسے یاد رکھا یہاں تک کہ اس نے ان راویوں تک ان کو پہنچایا۔ یہ اور اس قسم کی روایات قیدیوں کی باتیں ہیں میرا یہی خیال ہے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ قید خانوں میں ہمیشہ قید رہتے وہ کسی حیلہ کے بغیر وہاں رہتے وہ قصہ گوئی کے طریقہ پر یہ روایات لکھتے اس قسم کی روایات پر یہ مشق کی گئی جب اس قسم کی روایات ماہرین تک پہنچتیں تو وہ انہیں پھینک دیتے اور انہیں ناکارہ قرار دیتے ہر چیز کی کوئی نہ کوئی آفت ہوتی ہے اور دین کی آفت اور مکر بہت بڑھ کر ہوتا ہے۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝

"ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اس دن کے لیے جو بڑا ترش (اور) سخت ہے پس بچا لے گا انہیں اللہ تعالیٰ اس

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 65 2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی صلۃ الرحم، حدیث نمبر 1442، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

دن کے شر سے اور بخش دے گا انہیں چہروں کی تازگی اور دلوں کا سرور"۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۞ ، عَبُوْسًا یہ يَوْمًا کی صفت ہے یعنی ایسا دن جس کی ہولناکی اور شدت کی وجہ سے چہرے ترش رو ہوں گے، معنی ہے ہم ترش رو دن سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کافر اس دن ترش رو ہوگا یہاں تک کہ اس سے تارکول جیسا پسینا بہے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: العبوس کا معنی تنگ ہے۔ قمطریر کا معنی طویل ہے؛ شاعر نے کہا:

شدیدًا عبوسًا قمطریرًا سخت، ترش رو اور لمبا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: قمطریر کا معنی شدید ہے عرب کہتے ہیں: یوم قمطریر، قماطر، عصیب سب کا معنی ایک ہی ہے؛ فراء نے یہ شعر پڑھا:

بنی عمنا هل تذکرون بلاءنا علیکم اذا ما کان یوم قماطر

اے ہمارے چچازاد بھائیو! کیا تم ہماری اس جنگ کو یاد کرتے ہو جو تمہارے خلاف ہوئی جب دن بہت سخت تھا۔

اقمطر کا معنی ہے جب وہ سخت ہو جائے۔ اخفش نے کہا: قمطریر کا معنی ہے دنوں میں سے جو سب سے سخت اور آزمائش میں طویل ہو؛ شاعر نے کہا:

ففروا اذا ما الحرب ثار غبارہ ولج بها الیوم العبوس القماطر

جب جنگ نے غبار اڑایا تو وہ بھاگ گئے اور سخت آزمائش والا دن اس کے ساتھ گڈمڈ ہو گیا۔

کسائی نے کہا: اقمطر الیوم و ازمهر، ان کا مصدر اقمطرار اور ازمهرار آتا ہے اسم فاعل قمطریر اور زمہریر ہے یوم مقمطر اس وقت کہتے ہیں جب وہ بہت ہی سخت ہو جائے؛ ہذلی نے کہا:

بنو الحرب ارضعنا لهم مقمطرۃ ومن یلق منا ذلك الیوم یهرب

وہ سخت جنگجو ہیں ہمیں ان کے لیے دودھ پلایا گیا ہے جو اس دن ہم سے ملتا ہے بھاگ جاتا ہے۔

مجاہد نے کہا: عبوس اسے کہتے ہیں جو ہونٹوں سے ترشی کا اظہار کرے اور قمطریر وہ ہوتا ہے جو پیشانی اور دونوں ابروؤں سے اس کا اظہار کرے انہوں نے اس دن کی سختیوں کی وجہ سے متغیر چہرے کی صفات میں شمار کیا ہے۔

یغدو علی الصید یعود منکسر ویقمطر ساعۃ ویکفهر

وہ شکار پر حملہ آور ہوتا ہے جب کہ وہ ٹوٹ کر لوٹتا ہے وہ ایک لحہ کے لیے سخت ہوتا ہے اور سخت ترش ہو جاتا ہے۔

ابو عبید نے کہا: یہ کہا جاتا ہے رجل قمطریر یعنی دونوں آنکھوں کے درمیانی حصہ کو سمیٹنے والا ہے۔ زجاج نے کہا: اقمطرت الناقۃ یہ جملہ اس وقت بولتے ہیں جب وہ اپنی دم کو اٹھائے اور اس کے دونوں کناروں کو جمع کر دے۔ وزمت بانفها اس نے ناک کی تکلیف کی وجہ سے سر اٹھایا ہوا ہے اس نے اسے قطر سے مشتق مانا ہے اور میم کو زائد شمار کیا۔

اسد بن ناعصہ نے کہا:

اصطلیتُ الحروبَ فی کلِّ یومٍ   باسِلِ الشَّرِّ قَمطَرِیرِ الصباحِ

میں ہر روز جنگوں میں شامل ہوا جو دن ترش جنگ والے اور ترش صبح والے تھے۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس دن کی شدت اور عذاب کو دور کر دیا جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی یعنی اسے دیکھا تو انہیں حسن و سرور عطا کیا۔ حسن اور مجاہد نے کہا: تر و تازگی ان کے چہروں میں اور خوشی ان کے دلوں میں تھی۔ نَضْرَةً میں تین صورتیں ہیں، ان میں سے ایک سفیدی اور صفائی ہے؛ یہ ضحاک نے کہا۔ دوسری حسن و خوبصورتی؛ یہ ابن جبیر کا قول ہے۔ تیسری یہ نعمت کا اثر ہے؛ یہ ابن زید نے کہا۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭

"اور مرحمت فرمائے گا انہیں صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس، وہاں پلنگوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے نہ نظر آئے گی انہیں وہاں سورج کی تپش اور نہ ٹھرن۔ اور قریب ہوں گے ان سے اس کے درختوں کے سائے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے"۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫ انہوں نے فقر پر جو صبر کیا اللہ تعالیٰ اس پر انہیں جنت اور ریشم عطا فرمائے گا۔ قرطبی نے کہا: روزوں پر جزا دے گا۔ عطا نے کہا: تین دن بھوکا رہنے پر جزا دے گا۔ یہ نذر کے دن ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنے، اللہ تعالیٰ کی معصیت اور اس کے محارم سے بچنے پر صبر کرنے پر جزا دے گا۔ ما مصدریہ ہے۔ یہ تعبیر اس صورت میں ہوگی کہ یہ آیت تمام نیک لوگوں اور جس نے اچھا کیا اس کے بارے نازل ہوئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا فرمایا: "صبر کی چار صورتیں ہیں (۱) پہلے صدمہ پر صبر (۲) فرائض کی ادائیگی پر صبر (۳) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب پر صبر (۴) مصائب پر صبر"۔

اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور انہیں ریشم پہنائے گا اسے دنیا کے ریشم کا نام دیا جاتا ہے اسی طرح آخرت میں ہوگا اور اس میں وہ کچھ ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ یہ روایت پہلے گزر چکی ہے: جس نے دنیا میں ریشم کا لباس پہنا وہ آخرت میں ریشم کا لباس نہیں پہنے گا۔ میں جنت میں اسے پہناؤں گا جسے پہناؤں گا یہ حقیقت میں اس کے بدلے میں ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں اپنے آپ کو ان ملبوسات سے اپنے آپ کو روکا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ، ھا ضمیر سے مراد جنت ہے مُتَّكِـِٕيْنَ کو ھم ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے نصب دی گئی ہے۔ اس حال میں عامل جزی ہے صَبَرُوْا اس میں عامل نہیں ہے کیونکہ صبر دنیا میں تھا اور الاتکاء آخرت میں ہوگا۔ فراء نے کہا: اگر تو چاہے تو تو مُتَّكِـِٕيْنَ کو صفت بنا لے گویا کلام یوں ہوگی: جزاھم جنۃ متکئین فیھا۔

خیموں میں پلنگوں پر، یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ عربوں سے کچھ ایسے اسماء آئے ہیں جو چند صفات پر مشتمل ہیں ان میں سے ایک الاریکہ ہے یہ نہیں بولا جاتا مگر ایسے پردے کے لیے جو چارپائی پر بنایا گیا ہو۔ انہیں میں سے ایک سجل ہے وہ پانی

سے بھرا ہوا ڈول ہے جب وہ پانی سے خالی ہو تو اس کو سجل نہیں کہتے۔ اسی طرح ذنوب ہے انہیں ذنوب نہیں کہتے مگر جب انہیں بھرا جائے، کاس کو کاس نہیں کہتے جب تک وہ شراب سے چھلک نہ رہا ہو، اسی طرح طبق ہے جب اس پر ہدیہ رکھ کر بھیجا جائے تو اسے مہدی کہتے ہیں، جب وہ تحفہ سے فارغ ہو تو اسے طبق اور خوان کہتے ہیں۔ ذو رمہ نے کہا:

خُدُودٌ جَفَتْ فِی السَّیْرِ حَتّٰی کَأَنَّمَا یُبَاشِرْنَ بِالْمَعْزَاءِ مَسَّ الْاَرَائِكِ

اس شعر میں الارائك سے مراد ایسے بستر ہیں جو چارپائیوں پر ہیں۔

لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِیْرًا ۝ وہ جنت میں سورج کی گرمی جیسی گرمی نہ دیکھیں گے اور نہ ہی سخت ٹھنڈک۔

مُنَعَّمَةٌ طَفْلَةٌ كَالْمَهَا وَ لَمْ تَرَ شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا

وہ نیل گائے کی طرح آسودہ اور نرم نازک ہے اس نے نہ گرمی اور نہ ٹھنڈک دیکھی ہے۔

ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جہنم نے اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت کی: اے میرے رب! میرا بعض بعض کو کھائے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دو سانسیں بنا دیں ایک سانس موسم سرما میں اور ایک سانس موسم گرما میں۔ تم جو سخت سردی پاتے ہو یہ جہنم کا زَمْهَرِیْرًا ہے اور موسم گرما میں تم جو سخت گرمی پاتے ہو یہ جہنم کی بادِ سموم ہے" (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: "جنت کی آب و ہوا سجسج ہے نہ گرم، نہ سرد"۔ سجسج سے مراد لمبا سایہ ہے جس طرح سورج کے طلوع اور غروب کے وقت ہوتا ہے۔ مرہ ہمدانی نے کہا: زَمْهَرِیْرٌ سے مراد سخت سردی ہے۔ مقاتل بن حیان نے کہا: یہ سوئی کے ناکے کی مثل کوئی چیز ہے جو آسمان سے سخت سردی کے وقت نازل ہوتی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ عذاب کی ایک صورت ہے جو سخت سردی ہے یہاں تک کہ جہنمیوں کو جب اس میں پھینکا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ انہیں آگ میں ایک ہزار سال کا عذاب زَمْهَرِیْر کے ایک دن کے عذاب سے آسان ہے۔

ابو النجم نے کہا: أو كنتُ ريحًا كنتُ زَمْهَرِيرًا، یا میں ہوا تھا میں زمہریر تھا۔

ثعلب نے کہا: زَمْهَرِیْر سے مراد طے کی لغت میں چاند ہے: ان کے شاعر نے کہا:

ولیلةٍ ظَلَامُهَا قد اعتكَرْ قَطَعْتُهَا والزَّمْهَرِیْرُ ما زَهَرْ

کتنی ہی راتیں ہیں جن کی تاریکی بہت زیادہ تھی میں نے انہیں طے کیا جب کہ چاند طلوع نہ ہوا۔

معنی یہ ہے وہ دنیا کے سورج کی طرح اس میں سورج اور دنیا کے چاند کی طرح اس میں چاند نہیں دیکھیں گے۔ یعنی وہ دائمی روشنی میں ہوں گے نہ رات ہوگی اور نہ دن ہوگا کیونکہ دن کی روشنی سورج کے ساتھ اور رات کی روشنی چاند کے ساتھ ہوگی۔ اس کے بارے میں مفصل گفتگو سورۂ مریم میں وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا ۝ (مریم) ان کے لیے اس میں صبح و شام ان کا

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب فی صفة النار، حدیث نمبر 4309، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

جامع ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء ان للنار نفسین، حدیث نمبر 2517، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

رزق ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس اثنا میں کہ جنتی جنت میں ہوں گے کہ وہ نور دیکھیں گے جسے وہ سورج گمان کریں گے اس نور کی وجہ سے جنت روشن ہو جائے گی وہ کہیں گے: ہمارے رب نے تو فرمایا لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِیْرًا۝ تو یہ نور کیسا ہے؟ رضوان انہیں کہے گا: یہ سورج اور چاند نہیں بلکہ یہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما مسکرائے ہیں ان کے ہنسنے کے نور سے جنتیں روشن ہوگئیں انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ اور یہ شعر پڑھا:

أنا مولى لفتى أنزل فيه هل أتى
ذاك على المرتضى وابن عم المصطفى

میں ایسے نوجوان کا مولی ہوں جس کے بارے میں هَلْ اَتٰی نازل ہوا۔ وہ علی المرتضیٰ اور مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد ہیں۔

وَ دَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا یعنی جنت میں درختوں کے سائے نیک لوگوں کے قریب ہوں گے وہ ان پر سایہ فگن ہوں گے۔ یہ ان کی نعمتوں پر اضافہ کی خاطر ہوگا اگرچہ وہاں کوئی سورج اور چاند نہیں ہوگا جس طرح ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اگرچہ وہاں نہ کوئی میل ہوگی اور نہ پراگندگی ہوگی۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: جنت میں درختوں کی بلندی سو سال کی مسافت تک ہوگی جب اللہ کا ولی اس کے پھل کی خواہش کرے گا تو وہ جھک جائیں گے یہاں تک کہ وہ انہیں لے لے گا۔ دانیہ حال ہونے اور مُتَّکِـِٕیْنَ پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جس طرح تو کہتا ہے: فی الدار عبد اللہ متکئا ومرسلة عليه الحجال۔ گھر میں عبداللہ ٹیک لگائے ہوئے ہے اور اس پر پردے لٹکائے گئے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جنت کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی جزاهم جنة دانية۔ پس یہ محذوف موصوف کی صفت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بطور مدح منصوب ہے یعنی دنت دانية؛ یہ فراء کا قول ہے۔ ظِلٰلُهَا یہ دَانِیَةً کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اگر دَانِیَةٌ کو مرفوع پڑھا جائے کہ ظِلٰلُهَا مبتدا ہو اور دَانِیَةٌ اس کی خبر ہو تو یہ بھی جائز ہے پھر یہ جملہ جزاهم کی هم ضمیر سے حال ہوگا اس طرح اس کی قراءت بھی کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ کی قراءت میں ودانيا عليهم ہے، کیونکہ فعل پہلے ہے۔ حضرت ابی کی قراءت میں ودان ہے، جملہ مستانفہ ہونے کی حیثیت میں مرفوع ہے۔

وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا۝ یعنی ان کے پھلوں کو مسخر کر دیا گیا ہے اسے کھڑا، بیٹھا اور لیٹا ہوا لے لے گا۔ دوری اور کانٹے ان کے ہاتھوں کو واپس نہیں کرے گا؛ یہ قتادہ کا قول ہے۔

مجاہد نے کہا: اگر کوئی کھڑا ہوگا تو وہ پھل اوپر اٹھ جائیں گے اور اگر وہ بیٹھے گا تو وہ نیچے آ جائیں گے اگر وہ پہلو کے بل لیٹے گا تو وہ پھل اس کے قریب ہو جائیں گے تو وہ اس سے کھا لے گا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: جنت کی زمین چاندی کی ہے، اس کی مٹی زعفران کی ہے، اس کی خوشبو اذفر کستوری کی ہے، اس کے درختوں کے تنے سونے اور چاندی کے ہیں، ان کی شاخیں لولو، زبرجد اور یاقوت ہیں۔ پھر ہر ایک کے نیچے پھل ہے جس نے اس میں سے کھایا وہ اسے کوئی تکلیف نہ دے گا جس نے اس سے بیٹھے ہوئے کھایا وہ اسے کوئی اذیت نہ دے گا جس نے اسے پہلو کے بل لیٹ کر کھایا وہ اسے کوئی اذیت نہیں دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب وہ اس کے پھل کھانے کا ارادہ کرے گا تو وہ پھل اس کی طرف لٹک جائیں گے یہاں تک کہ وہ جو چاہے گا ان میں سے لے لے گا۔ تذلیل القطوف سے مراد آسانی سے لے لینا ہے۔ قطوف سے مراد پھل ہیں اس کا واحد قطف ہے۔ اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ اسے بار بار کاٹا جاتا ہے جس طرح اسے جنّی کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اسے چنا جاتا ہے۔ تَذْلِيْلًا یہ اس ذل کی تاکید ہے جس کے ساتھ صفت بیان کی جاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (الاسراء) ہم نے اسے نازل کیا۔ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ ماوردی نے کہا: یہ احتمال موجود ہے کہ گچھوں کی تذلیل سے مراد ان کا غلاف سے باہر آنا ہو اور گٹھلی سے پاک ہونا ہو۔

میں نے کہا: اس میں حقیقت سے بہت ہی دوری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے روایت نقل کی ہے کہ سفیان نے، حماد سے وہ سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں فرمایا: جنت کی کھجوریں ان کے تنے سبز زمرد کے ہوں گے، ان کی جڑیں سرخ سونے کی ہوں گی، ان کے پتے اہل جنت کے لباس ہوں گے انہیں سے ان کے حلے ہوں گے، ان کے پھل مٹکوں اور ڈولوں جیسے ہوں گے، دودھ سے زیادہ سفید ہوں گے، شہد سے زیادہ میٹھے ہوں گے، مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے اس میں گٹھلی نہیں ہوگی۔ ابو جعفر نحاس نے کہا: ایک قول یہ کیا جاتا ہے مذلل اسے کہتے ہیں جسے پانی نے سیراب کیا ہو۔ مذلل اسے بھی کہتے ہیں جس کو نرمی کی وجہ سے تھوڑی سے ہوا جھکا دیتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مذلل سے مراد ہے جسے سیدھا کیا جائے کیونکہ اہل حجاز کہتے ہیں: ذلل نخلك۔ اپنی کھجور کو سیدھا کر۔ مذلل ایسی چیز کو بھی کہتے ہیں جو قریب ہو اسے لیا جا سکے۔ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: حائط ذلیل چھوٹی دیوار۔ ابو جعفر نے کہا: یہ اقوال جو ہم نے ذکر کیے انہیں علماء لغت نے ذکر کیا ہے اور انہوں نے امراء القیس کے اس قول میں ذکر کیے ہیں:

وساقٍ كأنبوبِ السَّقِيِّ المُذَلَّلِ پنڈلی اس بردی (عمدہ کھجور) کی طرح ہے جسے خوب سیراب کیا گیا ہو۔

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۟ۙ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۟ وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۟ۚ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۟

''اور گردش میں ہوں گے ان کے سامنے چاندی کے ظروف اور شیشہ کے چمکدار گلاس، اور شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہوں گے۔ ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ سے بھرا ہوگا اور انہیں پلاتے جائیں گے، وہاں (ایسی شراب کے) جام جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ (یہ زنجبیل) جنت میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے''۔

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ جب وہ مشروب کا ارادہ کریں گے تو ان نیک لوگوں کے اوپر خدام چاندی کے برتن لے کر گھومیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جنت میں جو کچھ ہے دنیا میں تو صرف ان کے نام ہی ہیں۔ جنت میں جو کچھ ہے وہ بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ ہے یہاں سونے کے برتنوں کی نفی نہیں کی گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ کبھی چاندی کے

برتنوں میں انہیں پلایا جاتا ہے اور کبھی سونے کے برتنوں میں انہیں پلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ (الزخرف: 71) گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال اور جام۔

ایک قول یہ کیا گیا: چاندی کا ذکر کر کے سونے پر متنبہ کیا گیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ (النحل: 81) اور پاجامے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں، یعنی سردی سے بچاتے ہیں۔ دونوں میں سے ایک کو ذکر کر کے دوسرے پر آگاہ کیا۔ اَكْوَابٍ سے مراد بڑے کوزے ہیں جن کا نہ دستہ ہوتا ہے اور نہ ہی سنت۔ اس کا واحد کوب ہے؛ عدی نے کہا:

مُتَّكِئًا تُقْرَعُ أبوابُهُ يَسْعَى عليهِ العبدُ بِالكُوبِ

دراں حالیکہ وہ ٹیک لگائے ہوئے ہیں اس کے دروازوں کو کھٹکھٹایا جاتا ہے غلام پیالہ لے کر اس پر دوڑتا ہے۔

سورۂ زخرف میں قَوَارِيرَا۟ قَوَارِيرَا۟ مِن فِضَّةٍ وہ شیشے کی صفائی اور چاندی کی سفیدی والا ہوگا۔ اس کی صفائی شیشے کی صفائی ہوگی جب کہ وہ چاندی سے ہوگا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: جنت کی زمین چاندی کی ہوگی اور برتن زمین کی مٹی سے بنائے جاتے ہیں جو اس چاندی کے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ ذکر کیا ہے فرمایا: جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں مگر دنیا میں تمہیں اس کی مثل عطا کیا گیا مگر قَوَارِيرَا۟ مِن فِضَّةٍ۔ جو صفائی میں شیشہ اور رنگت میں چاندی جیسے ہوں گے۔ کہا: اگر تو دنیا کی چاندی لے اسے باریک کرے یہاں تک کہ تو اسے مکھی کے پر جیسا باریک کر دے تو اس کے پیچھے سے پانی نہیں دیکھ سکے گا مگر جنت کے قَوَارِيرَا۟ چاندی کی طرح اور شیشے کی طرح شفاف ہوں گے۔

قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا۟ عام قراء کی قراءت قاف اور دال کے فتحہ کے ساتھ ہے یعنی ساقیوں نے ان کا اندازہ لگایا ہے جو انہیں لے کر ان پر گردش کریں گے۔ حضرت ابن عباس، مجاہد اور دوسرے علماء نے کہا: وہ بغیر کسی کمی بیشی کے ان کی طلب کے مطابق لائیں گے۔ کلبی نے کہا: وہ زیادہ لذیذ اور اشتہاء والی ہوگی۔ معنی اس کا یہ ہے وہ فرشتے جو ان پر گردش کریں گے انہوں نے اس کا اندازہ لگایا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی بیان کیا ہے: ان فرشتوں نے اس کا ہتھیلی بھر اندازہ لگایا ہوگا وہ نہ زیادہ ہوگا نہ کم ہوگا یہاں تک کہ وہ بوجھ اور انتہائی چھوٹا ہونے کی بنا پر انہیں اذیت نہیں دے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: پینے والوں نے اپنے دلوں میں خواہش کے مطابق اندازہ لگایا ہوگا۔

عبید بن عمر، شعبی اور ابن سیرین نے قُدِّرُوها پڑھا ہے یعنی انہیں ان کے ارادہ کے مطابق بنایا گیا۔ مہدوی نے یہ قرأت حضرت علی شیر خدا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اور کہا: جس نے اسے قُدِّروها پڑھا ہے تو وہ دوسری قراءت کے معنی کی طرف راجع ہے گویا اصل کلام یوں ہے قدروا علیها حرف جر کو حذف کر دیا گیا ہے معنی اس کا یہ ہے ان پر اس کا اندازہ لگایا گیا۔ سیبویہ نے یہ شعر پڑھا:

آلَيْتَ حَبَّ العِراقِ الدَّهْرَ أَطْعَمُهُ وَالْحَبُّ يَأْكُلُهُ فِي القَرْيَةِ السُّوسُ

تو نے عراق کی گندم کے بارے میں قسم اٹھائی ہے تو کسی کو نہیں کھلائے گا زمانہ اس کو کھا رہا ہے جب کہ اسے دیہات میں کیڑا کھا رہا ہے۔

اس کی رائے یہ ہے کہ کلام اصل میں علی حب العراق ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس اندازے کی صورت یہ ہوگی کہ پیالے اڑیں گے وہ پینے والے کی طلب کے مطابق بھر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا کا یہی مطلب ہے یعنی وہ طلب سے زائد نہیں ہوگا اور اس سے کم بھی نہیں ہوگا۔ پیالوں کو پینے والوں کی طلب کے مطابق پیالوں کو الہام کیا جائے گا یہاں تک کہ پیالے اس مقدار کے حساب سے بھر جائیں گے۔ اس قول کو ترمذی حکیم نے ”نوادر الاصول“ میں ذکر کیا ہے (1)۔

وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا۝ كَاْسًا سے مراد ایسا پیالہ ہے جس میں شراب ہو اس میں زنجبیل کی آمیزش ہو یا معنی ہے اللہ کے حکم میں وہ زنجبیل تھی عرب اس شراب کو پسند کرتے تھے جس میں زنجبیل کی آمیزش ہو کیونکہ اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے کیونکہ وہ زبان کو چھیل دیتی ہے اور کھائی ہوئی چیز کو ہضم کر دیتی ہے تو جو وہ اعتقاد رکھتے تھے اس کے باعث انہیں آخرت میں انتہا درجے کی نعمت اور خوشبو کی طرف راغب کیا گیا۔ مسیب بن علس عورت کے ہونٹ کی صفت بیان کرتا ہے:

كَاَنَّ طَعْمَ الزنجبيلِ بِهِ إِذْ ذُقْتُهُ وَسَلَافَةَ الخَمْرِ

جب میں نے اسے چکھا گویا زنجبیل اور نچڑے ہوئے شراب کا ذائقہ اس میں ہے۔

مجاہد نے کہا: زنجبیل اس چشمہ کا نام ہے جس سے ابرار کی شراب میں آمیزش کی جائے گی۔ قتادہ نے اس طرح کہا: زنجبیل ایسا چشمہ ہے مقرب جس سے خالص پئیں گے اور باقی جنتیوں کی شراب میں اس سے آمیزش کی جائے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جنت میں ایک ایسا چشمہ ہے جس میں زنجبیل کا ذائقہ ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں ایسی شراب ہوگی جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی، معنی یہ ہوگا گویا اس میں زنجبیل ہے۔

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا۝ عَيْنًا، كَاْسًا سے بدل ہے، یہ بھی جائز ہے کہ فعل کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو، تقدیر کلام یوں ہے یسقون عینا۔ یہ بھی جائز ہے کہ حرف جار کے حذف ہونے کی وجہ سے منصوب ہو، یعنی اصل یہ ہے من عین جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان: عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ (الانسان: 6) میں یہ گفتگو گزر چکی ہے۔ فِيْهَا میں ضمیر سے مراد جنت ہے۔ سَلْسَبِيْلًا سے مراد لذیذ شراب ہے یہ سلالة سے فعلليل کا وزن ہے عرب کہتے ہیں: هذا شراب سلس، سلسال، سلسل، سلسبيل۔ سب کا معنی ایک ہے۔ یعنی عمدہ، لذیذ ذائقہ والی۔ صحاح میں ہے: تسلسل الماء فی حلق۔ پانی حلق میں سے تیزی سے اتر گیا۔ سلسلته میں نے اسے حلق میں انڈیلا۔ ماء سلسل و سلسال۔ مٹھاس اور ٹھنڈک کی وجہ سے حلق میں آسانی سے اتر جاتا ہے۔ سلاسل ضمہ کے ساتھ بھی اسی کی مثل ہے۔ زجاج نے کہا: لغت میں یہ سلسبیل ہے یہ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں حد درجہ کی سلاست ہو، گویا چشمہ کو اس کی صفت کا نام دیا گیا ہے۔ مجاہد سے مروی

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 339

ہے: سَلْسَبِيلًا اسے کہتے ہیں تیز چلنے والا جوان کے حلقوں میں تیزی سے اتر جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے: وہ تیز چلنے والا ہے؛ ماوردی نے یہ ذکر کیا ہے۔ اس معنی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

يَسْقُونَ مَنْ وَرَدَ الْبَرِيصَ عليهمُ   بَرَدَى يُصَفَّقُ بالرَّحِيقِ السَّلْسَلِ

جو آدمی بریص کے مقام پر ان پر وارد ہوتا ہے وہ اسے بردی کا پانی پلاتے ہیں جس کی خالص شراب میں آمیزش کی گئی ہوتی ہے۔

ابوالعالیہ اور مقاتل نے کہا: اسے سلسبیل اس لیے نام دیا گیا ہے کیونکہ یہ راستوں اور ان کے گھروں میں بہتا ہے جنت عدن سے عرش کے نیچے سے جنتیوں کی طرف یہ چشمہ بہتا ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ جہاں چاہیں گے اس کا پانی ان کے پیچھے پیچھے چلے گا۔ عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ قفال نے کہا: وہ معزز چشمہ ہے اس کو پانے کے لیے راستہ اپناؤ؛ یہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تُسَمّٰى کا معنی ہے فرشتوں، ابرار اور جنتیوں کے ہاں اس نام سے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سَلْسَبِيلًا کو تنوین دی گئی ہے کیونکہ یہ آیت کا سرا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الظنونا اور السبیلا۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

"اور چکر لگاتے رہیں گے ان کی خدمت میں ایسے بچے جو ایک ہی حالت پر رہیں گے، جب تو انہیں دیکھے تو یوں سمجھے گویا یہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں۔ اور جدھر بھی تم وہاں دیکھو گے تمہیں نعمتیں ہی نعمتیں اور وسیع مملکت نظر آئے گی۔ ان کے اوپر لباس ہوگا باریک سبز ریشم کا (بنا ہوا) اطلس کا اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور پلائے گا انہیں ان کا پروردگار نہایت پاکیزہ شراب۔ (انہیں کہا جائے گا) یہ تمہارا صلہ ہے اور (مبارک ہو) تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں"۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اس میں اس امر کی وضاحت کی کہ کون ان پر برتن لے کر گھومے گا ان کی وہ بچے خدمت کریں گے جو ہمیشہ بچے ہی رہیں گے کیونکہ خدمت کرنا ان کے لیے آسان ہوتا ہے۔ مُخَلَّدُوْنَ سے مراد ہے جس جوانی، حسن و بشاشت پر وہ ہیں اس پر باقی رہیں گے وہ نہ بوڑھے ہوں گے اور نہ ہی ان میں کوئی تبدیلی ہوگی۔ وہ مرور زمانہ کے باوجود ایک ہی عمر پر رہیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے جو ہمیشہ زندہ رہیں گے انہیں کوئی موت نہ آئے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے انہیں کنگن اور بالیاں پہنائی گئی ہوں گی یعنی انہیں زیور پہنایا گیا ہوگا۔ تخلیہ کا معنی زیور پہنانا ہے یہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ ان کے حسن، کثرت اور ان کے رنگوں کی صفائی کی وجہ سے تو انہیں گمان کرے گا وہ مجلس میں بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ موتیوں کو جب قالین پر بچھایا جائے تو لڑی میں پروئے جانے کی نسبت زیدہ

خوبصورت لگتے ہیں۔ مامون سے مروی ہے کہ جس رات بوران بنت حسن بن سہیل نے اس کے ساتھ شب زفاف گزاری تو وہ ایک ایسی قالین پر تھا جس کو سونے کی تاروں سے بنا گیا تھا۔ خلیفہ کی گھر کی عورتوں نے اس قالین پر موتیوں کو بکھیر دیا تھا۔ مامون نے قالین پر بکھرے ہوئے موتیوں کو دیکھا تو اس منظر کو بہت ہی حسین خیال کیا اور کہا: ابونواس کا بھلا ہو گویا اس نے یہ منظر دیکھا تھا جب اس نے کہا تھا:

كَأَنَّ صُغْرى و كُبرى من فَقَاقِعها حَصْبَاءُ دَرٍّ على أرضٍ مِنَ الذَّهَبِ

گویا کہ چھوٹے بڑے بلبلے موتیوں کے سنگریزے ہیں جو سونے کی زمین پر پڑے ہیں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: انہیں بکھرے ہوئے موتیوں سے تشبیہ دی گئی کیونکہ وہ خدمت میں بہت تیز ہوں گے حورعین کا معاملہ مختلف ہے انہیں لؤلؤ مکنون اور لؤلؤ مخزون سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ان سے خدمت نہیں لی جاتی۔

وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ۝ ثَمَّ ظرف مکان ہے یعنی جنت میں۔ ثَمَّ میں عامل رَاَیْتَ کا معنی ہے یعنی جب تو اپنی آنکھ سے وہاں دیکھے گا۔ فراء نے کہا: کلام میں ما مضمر ہے تقدیر کلام یوں ہے اذا رأیت ماثم جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ (الانعام: 94) تقدیر کلام یہ ہے ما بینکم۔ زجاج نے کہا: ما، ثَمَّ کے ساتھ ملایا گیا ہے جس طرح فراء نے ذکر کیا۔ یہ جائز نہیں کہ اسم موصول کو ساقط کیا جائے اور صلہ ترک کر دیا جائے لیکن رَاَیْتَ معنی میں ثَمَّ کی طرف متعدی ہے معنی ہے جب تو اپنی نظر سے وہاں دیکھے گا اور ثَمَّ سے مراد جنت ہے۔ فراء نے یہ بھی ذکر کیا: نعیم سے مراد تمام وہ چیزیں ہیں جن سے لذت حاصل کی جاتی ہے۔ ملك كبير سے مراد ہے کہ فرشتے ان سے اجازت طلب کرتے ہیں؛ یہ قول سدی اور دوسرے علماء نے کیا ہے۔ کلبی نے کہا: اس کی تعبیر یہ ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے قاصد لباس، کھانا، مشروب اور تحائف اللہ کے ولی کے پاس لائے گا جب کہ اللہ کا ولی اپنے مکان میں ہو گا وہ قاصد اس ولی سے اجازت طلب کرے گا یہی ملک عظیم ہے؛ یہی تعبیر مقاتل بن سلیمان نے بھی کی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ملك كبير یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ستر حاجب ہوں گے ایک حاجب دوسرے کے لیے حاجب ہو گا۔ اللہ کا ولی اس اثناء میں کہ وہ لذت و سرور میں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والا فرشتہ اس سے اجازت طلب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مکتوب، ہدیہ اور ایسے تحفہ کے ساتھ بھیجا ہو گا اس ولی نے ایسا پہلے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ وہ فرشتہ باہر والے حاجب کو کہے گا: اللہ کے ولی سے اجازت طلب کرو کیونکہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا ہوا ہے اس کے پاس مکتوب اور تحفہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ولی کے ہاں حاضر ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ وہ اجازت طلب کرے گا یہاں تک کہ یہ معاملہ اس حاجب تک جا پہنچے گا جو اللہ کے ولی کے بالکل قریب ہو گا وہ دربان اللہ کے ولی سے کہے گا: یہ رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے وہ تیری بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے مکتوب اور تحفہ ہے کیا اسے اجازت ہے؟ اللہ کا ولی کہے گا: ہاں تم اسے اجازت دو وہ دربان قریبی دربان کو کہے گا ہاں اسے اجازت دو تو وہ دوسرے دربان کو یہی بات کرے گا یہاں تک کہ بات آخری دربان تک جا پہنچے گی۔ وہ اسے کہے گا: ہاں اے فرشتے! تجھے اجازت ہے۔ وہ داخل ہو گا وہ اللہ کے ولی کو

سلام کرے گا اور کہے گا: السلام (اللہ تعالیٰ کا نام) تجھے سلام فرماتا ہے یہ تحفہ ہے یہ اللہ رب العالمین کی جانب سے مکتوب ہے اس مکتوب پر لکھا ہوگا اس حی کی جانب سے جسے موت نہیں آئے گی اس زندہ کی جانب جسے اب موت نہیں آئے گی، اللہ کا ولی اس کو لے گا تو اس میں یہ تحریر ہوگا: میرے بندے، میرے ولی، میری رحمت اور میری برکات پر سلام، اے میرے ولی! کیا اب تجھ میں اپنے رب کی زیارت کا شوق نہیں؟ شوق اسے بے تاب کر دے گا وہ براق پر سوار ہوگا۔ براق علام الغیوب کی زیارت کے شوق میں ہوا کے دوش پر اڑے گا اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کرے گا جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہوگا، کسی کان نے سنا نہ ہوگا اور کسی دل میں کھٹکا نہ ہوگا۔

سفیان ثوری نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ملک کبیر سے مراد یہ ہے کہ فرشتے انہیں سلام کریں گے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ (الرعد) فرشتے ہر دروازے سے ان پر داخل ہوں گے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ (الرعد) تم نے جو صبر کیا اس کی وجہ سے تم پر سلامتی ہو یہ جنت کتنا اچھا ٹھکانہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ملك كبير سے مراد ہے کہ تاج ان کے سروں پر ہوں گے جس طرح بادشاہ کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ ترمذی حکیم نے کہا: اس سے مراد ملک تکوین ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کریں گے تو وہ کہیں گے: کن تو ہو جا۔ ابو بکر وراق نے کہا: ایسی بادشاہت جو ختم نہ ہو۔ حدیث طیبہ میں ہے: "ملك كبير سے مراد یہ ہے کہ جنتیوں میں سے ادنی درجے کا جنتی اپنی مملکت کو ایک ہزار سال کی مسافت تک دیکھے گا وہ اس کے سب سے دور والے کونے کو اس طرح دیکھے گا جس طرح اس کے قریب والے کونے کو دیکھے گا"۔ فرمایا: "جنتیوں میں سے سب سے بلند مرتبہ والا وہ ہوگا جو دن میں دو دفعہ اپنے رب کا دیدار کرے گا"۔

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ نافع، حمزہ اور ابن محیصن نے عٰلِيْهِمْ یعنی یاء کو ساکن پڑھا ہے۔ ابو عبید نے حضرت ابن مسعود، ابن وثاب اور دوسرے قراء کی قراءت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس طرح پڑھا ہے۔ فراء نے کہا: عٰلِيْهِمْ یہ مبتدا ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے اس کی خبر ثِيَابُ سُنْدُسٍ ہے اسم فاعل سے جمع مراد ہے۔ اخفش کے قول میں یہ جائز ہے کہ یہ مفرد اس بنا پر ہو کہ یہ اسم فاعل ہو اور متقدم ہو اور ثِيَابُ اس کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اور قائم مقام خبر داخل میں اضافت انفصال کے حکم میں ہو کیونکہ اس میں تخصیص واقع نہیں ہوئی اس کے ساتھ کلام کی ابتدا کی گئی ہے کیونکہ اضافت کی وجہ سے اختصاص واقع ہو گیا ہے۔ باقی قراء نے اسے عٰلِيَهُمْ یاء کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ فراء نے کہا: یہ تیرے قول فوقهم کی طرح ہے عرب کہتے ہیں: قومك داخل دار وہ داخل کے لفظ کو ظرف کی بنا پر نصب دیتے ہیں کیونکہ یہ محل ہے۔ زجاج نے اس کا انکار کیا اور کہا: ہم اسے ظرف میں نہیں جانتے اگر یہ ظرف ہوتا تو یاء کو ساکن کرنا جائز نہ ہوتا لیکن یہ دونوں چیزوں سے حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور ان میں سے ایک يطوف عليهم میں هم ضمیر ہے یعنی نیک لوگوں کے پاس بچے گردش کر رہے ہوں گے جن لوگوں پر یہ لباس ہوگا۔ دوسری چیز وِلْدَانٌ ہے معنی یہ بنے گا جب تو انہیں دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی دیکھے گا جب کہ ان بچوں کے بدنوں پر یہ لباس ہوگا۔ ابو علی نے کہا: حال میں عامل یا تو وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴿۱۱﴾

ہے یجزیھم بما صبروا ہے یہ بھی جائز ہے کہ یہ ظرف ہو تو اس کو منصرف بنا دیا گیا ہے۔ مہدوی نے کہا: یہ جائز ہے کہ یہ اسم فاعل کے وزن پر ہو اور ظرف ہو جس طرح تیرا قول ہے: ھو ناحیۃ من الدار اس کی صورت پھر یہ ہوگی کہ عالیلجب فوق کے معنی میں ہے تو اسے بھی اس کے قائم مقام رکھا تو اسے ظرف بنا دیا گیا۔ ابن محیصن، ابن کثیر اور ابوبکر نے عاصم سے خضر مجرور نقل کیا ہے کیونکہ یہ سُنْدُسٍ کی صفت ہے ابوعبید اور ابوحاتم نے معنی کی عمدگی کی وجہ سے اسے اپنایا ہے کیونکہ کپڑوں کی صفت میں خضر سب سے خوبصورت ہے پس یہ کلمہ مرفوع ہوگا میرا خیال ہے اِسْتَبْرَقٌ کا سُنْدُسٍ پر جو عطف ہے وہ جنس کا جنس پر عطف ہے معنی یہ ہوگا ان پر سبز کپڑے ہوں گے جو سُنْدُسٍ اور اِسْتَبْرَقٌ کے ہوں گے یعنی ان دونوں ناموں سے ہوں گے۔ نافع اور حفص نے دونوں کو مرفوع پڑھا ہے تو خُضْرٌ، ثِیَابُ کی صفت ہوگی کیونکہ یہ دونوں جمع ہیں۔ اِسْتَبْرَقٌ اس کا عطف ثِیَابُ پر ہے۔ اعمش، ابن وثاب، حمزہ اور کسائی نے دونوں کو جر کے ساتھ پڑھا ہے پھر خُضْرٌ، سُنْدُسٍ کی صفت ہوگی اور سُنْدُسٍ اسم جنس ہوگا۔ اخفش نے اس امر کو جائز قرار دیا ہے کہ اسم جنس کی صفت جمع سے لگائی جائے اگرچہ اسے قبیح جانا جاتا ہے تو کہتا ہے: أھلك الناس الدینارُ الصُّفْرُ والدرھمُ البِیضُ۔

دونوں مثالوں میں صفر اور بیض جمع کے صیغے ہیں جو الدینار اور الدرھم اسم جنس کی صفتیں ہیں لیکن کلام میں یہ بہت ہی مستبعد ہے اس قراءت کی صورت میں معنی یہ ہوگا ان پر سبز سندس کپڑے اور اِسْتَبْرَق کے کپڑے ہوں گے۔ ابن محیصن کے سب نے استبرق کو منصرف کہا ہے اس نے اسے فتحہ دیا ہے اور منصرف نہیں کہا۔ اسے استبرق پڑھا ہے جر کی جگہ زبر یعنی نصب اور غیر منصرف قرار دیا ہے کیونکہ یہ عجمی ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ یہ نکرہ ہے اس پر حرف تعریف (الف لام) داخل ہوتا ہے تو الاستبرق کہتا ہے مگر ابن محیصن گمان کرتا ہے کہ کپڑے کی اس قسم کو یہ نام دے دیا گیا ہے اس کو استبرق بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی ہمزہ وصل اور اس کے اوپر زبر۔ یہ بریق سے مشتق ہے اور استفعل کے وزن پر اس کا نام رکھا گیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ معرب ہے اس کا معرب ہونا مشہور ہے اصل میں استبرک تھا سندس باریک ریشم کو کہتے ہیں۔ استبرق موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ اس کا عطف یطوف پر ہے، سورۂ فاطر میں گزرا ہے **یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ** (33) ان میں انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سورۂ فاطر میں ہے **یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا** (33) ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مرد کے زیورات چاندی اور عورت کے زیورات سونے کے ہوں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کبھی وہ سونے کے زیورات پہنیں گے اور کبھی وہ چاندی کے زیورات پہنیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان میں سے ایک کے ہاتھ میں دو کنگن سونے کے، دو کنگن چاندی کے اور دو کنگن موتی کے جمع کیے جائیں گے تاکہ جنت کے محاسن ان کے لیے جمع ہو جائیں؛ یہ سعید بن مسیب نے کہا: ایک قول یہ کیا گیا: ہر قوم کے لیے وہ چیز ہوگا جس کی طرف ان کے دل مائل ہوں گے۔

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد فرمایا: جب جنتی جنت کی

طرف متوجہ ہوں گے وہ ایک ایسے درخت کے پاس سے گزریں گے جس کے تنے کے نیچے سے دو چشمے جاری ہوں گے وہ ان میں سے ایک سے پانی پئیں گے تو ان پر نعیم کی تروتازگی جاری ہو جائے گی ان کی جلد میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی اور ان کے بال کبھی بھی پراگندہ نہ ہوں گے پھر وہ دوسرے چشمہ سے پئیں گے تو ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہوگا وہ نکل جائے گا پھر جنت کے خازن ان کی طرف متوجہ ہوں گے وہ انہیں کہیں گے: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ (زمر) تم پر سلام ہو تم خوب رہے پس اندر تشریف لے چلو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ نخعی اور ابوقلابہ نے کہا: کھانا کھانے کے بعد جب وہ اسے پئیں گے تو وہ پانی انہیں پاکیزہ بنا دے گا جو کچھ انہوں نے کھایا پیا ہوگا وہ کستوری کی مہک ہو جائے گا اور ان کے پیٹوں کو ضامر بنا دے گا۔ مقاتل نے کہا: وہ جنت کے دروازے پر چشمے کا پانی ہے جو چشمہ درخت کے تنے سے پھوٹتا ہے جس نے بھی اس سے پی لیا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے کینہ، کھوٹ اور حسد خارج کر دے گا اور اسی طرح اس کے پیٹ میں جو غلیظ مادہ ہوگا اسے بھی خارج کر دے گا اسے بھی نکال دے گا۔ حضرت علی شیر خدا نے جو کچھ روایت کیا ہے اس کا بھی یہی معنی ہے مگر مقاتل کے قول کے مطابق وہ چشمہ ایک ہے اس اعتبار سے طَهُوْرًا مبالغہ کا صیغہ ہوگا۔ ائمہ احناف کی اس میں کوئی دلیل نہیں کہ اس کا معنی پاک ہے۔ اس کی وضاحت سورۃ الفرقان میں گزر چکی ہے۔ الحمد للہ

کہا: اس کا معنی پاکیزہ اور خوبصورت ہے میں نے سہل بن عبد اللہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی انہوں نے وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ (الانسان) آیت کو پڑھا اور اپنے ہونٹوں اور منہ کو حرکت دینے لگے گویا وہ کسی چیز کو چوس رہے ہوں جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں کہا گیا: کیا آپ کسی چیز کو پی رہے تھے یا قراءت کر رہے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! اگر میں اس کی قراءت سے ایسی لذت نہ پاتا جو اس کے پینے سے پاتا تو میں اس کی قراءت نہ کرتا۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ انہیں یہ بات کہی جائے گی: یہ تمہارا بدلہ ہے تمہارا عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہے اللہ تعالیٰ کا بندے کے لیے شکر کا معنی ہے وہ اس کی اطاعت کو قبول کرتا ہے، اس پر اس کی ثنا کرتا ہے اور اس عمل پر اسے بدلہ عطا فرماتا ہے۔ سعید نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے: اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے ان کو اچھی جزاء دیتا ہے۔ مجاہد نے کہا: مَشْكُوْرًا کا معنی مقبول ہے اور معنی قریب قریب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب عمل قبول فرماتا ہے تو اس پر شکر کرتا ہے جب شکر کرتا ہے تو اس پر بڑا ثواب دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔ حضرت ابن عمر بن سے مروی ہے: ایک حبشی نے عرض کی: یا رسول اللہ! تم لوگوں کو ہم پر شکل وصورت، رنگت اور نبوت میں فضیلت دی گئی ہے بتائیے اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لاؤں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے ہیں اور میں ویسا ہی عمل کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے ہیں کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں داخل ہو سکوں گا؟ فرمایا: ہاں مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! بے شک حبشی کی سفیدی اور اس کی روشنی جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت سے دکھائی دے گی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں وعدہ ہے جس نے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک لاکھ چالیس ہزار نیکیاں ہوں گی“۔ اس آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس کے بعد ہم

کیسے ہلاک ہوں گے؟ فرمایا: ''قیامت کے روز ایک آدمی عمل لائے گا اگر وہ اس عمل کو پہاڑ پر رکھے تو پہاڑ کو بوجھل کر دے پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت آئے گی قریب ہے کہ وہ ان سب اعمال کو ختم کر دے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ ان پر مہربانی کرے'' فرمایا: پھر یہ آیت نازل ہوئی هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ... مُلْكًا كَبِيْرًا۝ حبشی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میری آنکھیں وہ کچھ دیکھیں گی جو جنت میں آپ کی آنکھیں دیکھتی ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں''۔ وہ حبشی رویا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبر میں اتار رہے تھے اور زبان سے یہ پڑھ رہے تھے اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا۝ (1) ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے اسے کھڑا کیا پھر فرمایا: اے میرے بندے! میں تیرے چہرے کو سفید کروں گا اور جنت میں تجھے وہاں ٹھکانہ دوں گا جہاں تو چاہے گا تو عمل کرنے والوں کا اتنا اچھا اجر ہے''۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

''ہم نے ہی (اے حبیب!) آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے کلام نازل کیا اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور نہ کہنا مانیے ان میں سے کسی بدکار یا احسان فراموش کا۔ اور یاد کرتے رہا کیجئے اپنے رب کے نام کو صبح بھی اور شام بھی۔ اور رات (کی تنہائیوں میں) بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کافی وقت اس کی تسبیح کیا کیجئے''۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا۝ یعنی آپ نے اسے اپنی طرف سے گھڑا ہے اور نہ ہی آپ اسے اپنی طرف سے لائے ہیں جس طرح مشرک دعویٰ کرتے ہیں۔ اس آیت کا ماقبل آیت کے ساتھ تعلق یہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ اور وعید کی کئی صورتوں کا ذکر کیا تو اس امر کو بیان کیا کہ یہ کتاب ان چیزوں کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے جن کی انسان کو ضرورت ہے، یہ جادو، کہانت اور شعر نہیں یہ حق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن حکیم تھوڑا تھوڑا آیت در آیت نازل کیا گیا ہے یہ یکبارگی نازل نہیں کیا گیا، اس وجہ سے ارشاد فرمایا: نَزَّلْنَا اس بارے میں گفتگو مفصل گزر چکی ہے۔ الحمد للہ۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا۝ حکم سے مراد قضا و فیصلہ ہے۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ معنی ہے مشرکوں کی اذیت پر صبر کرو اس طرح فیصلہ کیا گیا ہے۔ پھر اسے جہاد والی آیت سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آپ پر جو طاعات لازم کی گئی ہیں ان پر صبر کیجئے یا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیجئے کیونکہ اس نے تیرے ساتھ مدد کا وعدہ کیا ہے جلدی نہ کیجئے کیونکہ یہ ہر صورت ہو کر رہے گا۔ واٰثم سے مراد گناہ والا ہے یعنی گناہ گار اور ناشکرے کی اطاعت نہ کیجئے۔

1۔ طبرانی، المعجم الاوسط، حدیث نمبر 1603۔ الکبیر حدیث 13595۔ الحلیۃ، ابونعیم، جلد 3، صفحہ 319

معمر نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے: ابوجہل نے کہا اگر میں نے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لیا تو میں اس کی گردن روند ڈالوں گا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا(1)۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: یہ آیت عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مال اور شادی کی پیشکش لے کر حاضر ہوئے شرط یہ تھی کہ وہ نبوت کا ذکر چھوڑ دیں۔ ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا: جس نے شادی کی پیشکش کی تھی وہ عتبہ بن ربیعہ تھا، اس نے کہا: میری بیٹیاں قریش کی عورتوں میں سے خوبصورت ترین ہیں میں بغیر مہر کے اپنی بیٹی سے تیری شادی کیے دیتا ہوں، اس امر سے تو لوٹ جا۔ ولید نے کہا: اگر تو نے جو کچھ کیا مال کو حاصل کرنے کے لیے کیا ہے میں تجھے مال دوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے گا جب کہ تو اس امر سے لوٹ جا تو یہ آیت نازل ہوئی (2)۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اَوْ کا لفظ ہے یہ و سے زیادہ موکد ہے کیونکہ جب تو کہتا ہے: لا تطع زیدا او عمروا۔ اس نے ان میں سے ایک کی اطاعت کی تو وہ نافرمانی کرنے والا نہیں ہوگا کیونکہ اسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ دو کی اطاعت نہ کرے جب یہ ارشاد فرمایا: لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا، اَوْ کے لفظ سے اس امر پر دلالت کی ان میں سے ہر ایک اس چیز کا اہل تھا کہ اس کی نافرمانی کی جائے جس طرح تو یہ کہے: لا تخالف الحسن او ابن سیرین تو حسن بصری اور ابن سیرین میں سے کسی کی بھی مخالفت نہ کر یا اتبع الحسن او ابن سیرین تو تو نے یہ کہا ہے: یہ دونوں اس بات کے اہل ہیں کہ ان دونوں کی اتباع کی جائے اور ان میں سے ہر ایک بھی اس کا اہل ہے کہ اس کی اتباع کی جائے؛ یہ زجاج کا قول ہے۔ فراء نے کہا: یہاں اَوْ، لا کے معنی میں ہے گویا یوں فرمایا: لا کفورا نہ ناشکرے کی اطاعت کر۔ شاعر نے کہا:

لَا وَجْدُ ثُكْلَى كما وَجَدْتُ وَلَا	وَجْدُ عَجُولٍ أَضَلَّهَا رُبَعُ
أَوْ وَجْدُ شيخٍ أَضَلَّ ناقتَهُ	يَوْمَ تَوَافَى الحجيجُ فاندفعُوا

جس کا بچہ فوت ہوا اس کا اتنا دکھ نہیں جتنا دکھ میں نے پایا اور نہ اس اونٹنی نے اتنا دکھ محسوس کیا جس کا موسم بہار میں پیدا ہونے والا بچہ فوت ہوا۔ اور نہ ہی اس شیخ کو اتنا دکھ ہوا جس نے اپنی اونٹنی گم کر دی ہو اس روز حاجی حج کے سامنے مناسک پورے کرے اور واپس چلے جائیں۔

یہاں بھی شاعر نے اَوْ سے مراد لا لیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آثم سے مراد منافق اور کفور سے مراد ایسا کافر ہے جو اپنے کفر کو ظاہر کرتا ہے یعنی ان میں سے آثم کی اور نہ ہی کافر کی اطاعت کریں۔ یہ فراء کے قول کے بالکل قریب ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ دن کے پہلے اور آخری حصہ میں اپنے رب کے حضور نماز پڑھیے۔ اس کے پہلے حصہ میں صبح کی نماز ہے اور آخری حصہ میں ظہر اور عصر کی نماز ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ اس سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے اور رات کے نوافل ہیں؛ یہ ابن حبیب کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سفیان کا نقطہ نظر ہے: قرآن حکیم میں جہاں بھی تسبیح کا لفظ ہے اس سے

1۔ تفسیر طبری، جز 23، صفحہ 572	2۔ تفسیر بغوی، جلد 4، صفحہ 431

مراد نماز ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد مطلق ذکر ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہو یا کسی اور صورت میں۔ ابن زید اور دوسرے علماء نے کہا: وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا یہ پنجگانہ نماز کے حکم کے ساتھ منسوخ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ مستحب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی مثل میں گفتگو سورۃ المزمل میں گزر چکی ہے۔ ابن حبیب کا قول اچھا ہے۔ اصیل کی جمع اصائل اور اصل ہے جس طرح سفائن اور سفن ہے؛ شاعر نے کہا:

ولا بأحسنَ منها إذ دنا الأُصُلُ

جب عصر کا وقت قریب ہوتا ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہوتا۔

اصائل کے بارے میں کہا: یہ جمع الجمع ہے؛ شاعر نے کہا:

لَعَمْرِي لَأَنْتَ البيتُ أُكْرِمُ أَهْلَهُ ۔۔۔ وأَقْعُدُ فِي أَفْيَائِهِ بالأَصَائِلِ

میری زندگی کی قسم! تو ایسا گھر ہے جس کے مکینوں کی میں تعظیم کرتا ہوں میں عصر کے وقت اس کے ساتھیوں میں بیٹھتا ہوں۔

سورۂ اعراف کے آخر میں یہ بحث مکمل گزر چکی ہے اور اسم ظرف پر من بعضیت کے لیے داخل ہوا ہے؛ جس طرح اس فرمان میں وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران: 31) تا کہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾

''بے شک یہ لوگ دنیا سے محبت کرتے ہیں اور پس پشت ڈال رکھا ہے انہوں نے بڑے سخت دن کو، ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ بند مضبوط کیے ہیں اور جب ہم چاہیں تو ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں''۔

یہ کلام شرمندہ کرنے اور انہیں جھڑکنے کے لیے ہے۔ هٰۤؤُلَآءِ سے مراد اہل مکہ ہیں۔ الْعَاجِلَةَ سے مراد دنیا ہے۔ يَذَرُوْنَ کا معنی ہے وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ وَرَآءَهُمْ سے مراد ہے اپنے سامنے يَوْمًا ثَقِيْلًا سے مراد ہے بہت ہی سخت جس طرح فرمایا: ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الاعراف: 187) وہ آسمان و زمین میں بہت مشکل ہے، یعنی وہ یوم قیامت پر ایمان کو ترک کر دیتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وَرَآءَهُمْ کا معنی پس پشت یعنی وہ آخرت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں وہ اس کے لیے کچھ عمل نہیں کرتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور نبوت کے ثبوت کو چھپایا تھا ان کا دنیا سے محبت کرنے کا مطلب ہے جو وہ چھپاتے ہیں اس پر وہ رشوت لیتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے منافقین مراد ہیں کیونکہ وہ کفر چھپاتے ہیں اور دنیا طلب کرتے ہیں آیت عام ہے۔ یوم ثقیل سے مراد یوم قیامت ہے اپنی سختیوں اور ہولناکیوں کی وجہ سے ثقیل ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس دن بندوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اس وجہ سے ثقیل ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ہم نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور ان کی خلقت کو مضبوط کیا؛ یہ حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ، مقاتل اور دوسرے علماء نے کہا۔ اَسْر کا معنی خلقت ہے۔ ابو عبید نے کہا: کہا جاتا ہے فرس شدید الاسر یعنی گھوڑے

کی خلقت اور جوڑ بڑے مضبوط ہیں، کہا جاتا ہے: أسرہ اللہ جل ثناءہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خلقت اور جوڑوں کو مضبوط کیا۔

اخطل نے کہا:

مِن كلِّ مُجْتَنِبٍ شَدِيدٍ أَسْرُهُ سَلِسِ القِيادِ تَخالُهُ مُخْتالًا

یہ مجتنب (ایسا گھوڑا جس کی لگام پکڑ کر آگے چلایا جاتا) مضبوط جوڑوں والا اطاعت شعار ہے تو اسے متکبر خیال کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری اور ربیع نے کہا: ہم نے ان کے جوڑوں کو رگوں اور پٹھوں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط کر دیا ہے۔ مجاہد نے أَسْرَ کی تفسیر میں کہا: اس سے مراد شرج ہے یعنی جب پاخانہ اور پیشاب نکلتا ہے تو مخرج بند ہو جاتا ہے۔ ابن زید نے کہا: اس کا معنی قوت ہے؛ ابن احمر گھوڑے کی صفت بیان کرتا ہے:

يَمْشِي بِأَوْظِفَةٍ شِدَادٍ أَسْرُهَا

وہ گھوڑا باریک پنڈلی کے ساتھ چلتا ہے جو پنڈلی بہت ہی مضبوط ہے۔

یہ اسار سے مشتق ہے اس سے مراد چمڑے کی رسی ہے جس کے ساتھ سامان باندھا جاتا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: أسرْتُ القتبَ أسرًا یعنی میں نے اسے باندھا، کہا جاتا ہے: ما أحسن أسْرَ قتبِه اس کا سامان باندھنا کتنا اچھا ہے۔ عربوں کا قول ہے: خذہ بأسرہ یعنی یہ سب تیرا ہے گویا انہوں نے اس کے باندھنے کا ارادہ کیا نہ وہ کھلے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز گم ہو۔ اسی سے ایک لفظ اسیر ہے کیونکہ اسے رسیوں سے باندھا جاتا ہے۔ یہ کلام نعمتوں کے ساتھ احسان کرنے کے اعتبار سے لائی گئی ہے جب انہوں نے ان کا نافرمانی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ میں نے تیری خلقت کو درست کیا اور اسے قوتوں کے ساتھ مضبوط کیا پھر تو میرے ساتھ کفر کرتا ہے۔

وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا۝ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ فرماتا ہے اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں ہلاک کر دیتے اور ان کی جگہ زیادہ اطاعت شعار لوگوں کو لے آتے۔ انہیں سے یہ بھی مروی ہے: ہم ان کے محاسن کو قبیح ترین صورتوں میں بدل دیتے۔ ضحاک نے ان سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ پہلی تعبیر ابو صالح نے ان سے روایت کی ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا۝ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۝ۗ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۝

''بے شک یہ ایک نصیحت ہے پس جس کا جی چاہے اختیار کر لے اپنے رب کے قرب کا راستہ۔ اور (اے لوگو) تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ خود چاہے، بے شک اللہ تعالیٰ علیم ہے حکیم ہے، جس کو چاہتا ہے اپنے (دامن) رحمت میں داخل کر لیتا ہے، اور ظالموں کے لیے تو اس نے تیار کر رکھا ہے دردناک عذاب''۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا۝ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا۝ هٰذِهٖ سے مراد سورت ہے۔ تَذْكِرَةٌ سے مراد نصیحت ہے۔ سَبِیْلًا سے مراد ایسا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی

اطاعت اور اس کی رضا کی طلب تک پہنچا دے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: سَبِيلًا سے مراد وسیلہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی سمت اور جنت کی طرف جانے والا راستہ ہے معنی ایک ہے۔ تم طاعت، استقامت اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ نہیں چاہ سکتے مگر جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی امر اس کے قبضہ قدرت میں ہے لوگوں کے قبضہ قدرت میں نہیں کسی کی مشیت نافذ نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آگے ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت متقدم ہوتی ہے۔ ابن کثیر اور ابو عمرو نے وما یشاؤن پڑھا ہے کہ یہ ان کے بارے میں خبر ہے۔ باقی نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں خطاب کیا جا رہا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: پہلی آیت دوسری آیت کے ساتھ منسوخ ہے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ یہ واضح کرنا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ فراء نے کہا: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ کے فرمان فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا کا جواب ہے پھر انہیں خبر دی امر ان کے ہاتھ میں نہیں ہے یعنی تم یہ راستہ اپنا نہیں سکتے مگر اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں یہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو جانتا ہے اور تمہیں امر و نہی دینے میں حکیم ہے۔

یہ گفتگو کئی مواقع پر گزر چکی ہے۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرتے ہوئے جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ ظالموں کو عذاب دیتا ہے ظالمین کو نصب فعل مضمر یعذب سے دی گئی ہے۔ زجاج نے کہا: ظالمین کو نصب دی گئی ہے کیونکہ اس کا ماقبل منصوب ہے یعنی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور ظالمین یعنی مشرکوں کو عذاب دیتا ہے۔ اَعَدَّ لَهُمْ یہ فعل مضمر کی تفسیر ہے جس طرح شاعر نے کہا:

أَصْبَحْتُ لَا أَحْمِلُ السِّلَاحَ وَلَا أَمْلِكُ رَأْسَ الْبَعِيرِ إِنْ نَفَرَا

میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں مسلح نہ تھا اور اونٹ کا مالک بھی نہ تھا اگر وہ بھاگ جائے۔

و الذِّئْبَ أَخْشَاهُ إِنْ مَرَرْتُ بِهِ وَحْدِي وَأَخْشَى الرِّيَاحَ وَالْمَطَرَ

میں بھیڑیئے سے ڈرتا ہوں اگر میں اس کے پاس سے تنہا گزروں اور میں ہواؤں اور بارش سے ڈرتا ہوں۔

تقدیر کلام یوں ہے أخشى الذئب أخشاه۔ زجاج نے کہا: پسندیدہ نصب ہی ہے اگرچہ رفع جائز ہے تو کہتا ہے: أعطيت زيدا و عمرا أعددت له برا۔ میں نے زید کو دیا اور عمرو سے نیکی کی۔ تقدیر کلام یوں ہوگی بررت عمروا یا أبررت عمروا، حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ میں آیت گزری ہے يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ (8)

جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے اور ظالم۔ یہاں الظّٰلِمُوْنَ کو رفع دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد کوئی فعل مذکور نہیں جو اس پر واقع ہو کہ یہ معنوی طور پر منصوب ہوتا۔ اس سے قبل بھی ایسا کوئی اسم منصوب نہیں تھا جس پر اس کا عطف کیا جاتا تو یہ مبتدا کی حیثیت سے مرفوع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا فرمان: اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا، ویعذب فعل پر دلالت کرتا ہے اس وجہ سے نصب جائز ہے۔ ابان بن عثمان نے الظالمون پڑھا ہے کہ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر اَعَدَّ لَهُمْ ہے۔ اَلِيْمًا سے مراد تکلیف دہ دردناک ہے۔ سورۂ بقرہ اور دوسری سورتوں میں اس پر بحث گزر چکی ہے۔ الحمد للہ۔